27
Twenty Seven Years of Publishing

جولائی ۲۰۱۹

ماہنامہ ولی اللہ

ارمغان

گوشہ خاص:

امیر الاولیا حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی نوراللہ مرقدہ

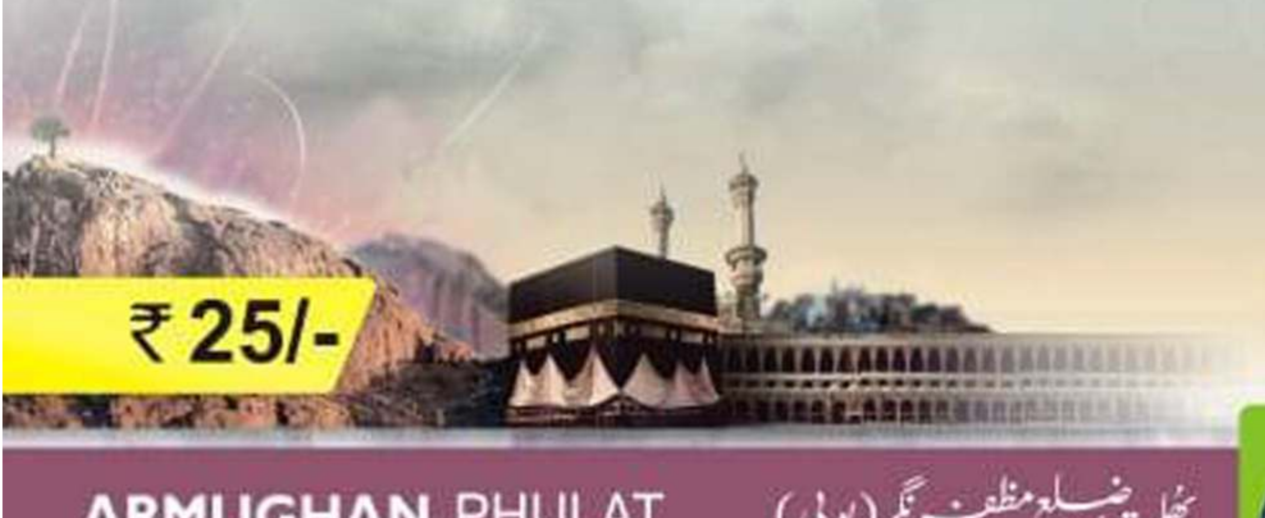

₹ 25/-

ARMUGHAN, PHULAT
Muzaffar Nagar-251201 (U.P.)

پھلت، ضلع مظفر نگر (یوپی)
www.armughan.net

JSW

ماہنامہ

ارمغان

ولی اللہ

جلد ۲۷ شمارہ ۷ جولائی ۲۰۱۹ء مطابق ذُوالقِعدۃ ۱۴۴۰ھ

سر پرست :

حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی

مجلس مشاورت

☆ مولانا محمد طاہر ندوی

☆ مولانا محمد اقبال قاسمی

☆ مفتی محمد ہارون مظاہری

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں

ہر قسم کی چارہ جوئی کیلئے مظفرنگر کی عدالت سے رجوع کیا جائے

مدیر

وصی سلیمان ندوی

پتہ

دفتر ارمغان

پُھلت ضلع مظفر نگر

Phulat, Distt. Muzaffar Nagar

251201 (U.P.) INDIA

Mob : +91-7060450315

9359774316 , 9412411876

e-mail : arm313@gmail.com

armuganphulat@yahoo.com

Website: www.armughan.net

سرکولیشن انچارج: محمد حنیف قاسمی

سرکولیشن منیجر : عبدالقدیر انصاری

مشیر اعزازی: ایوب بھائی بارڈولی والے

چیف رپورٹر : محمد ادریس قریشی

مشیر قانونی : امجد علی ایڈوکیٹ

موبائل : 9897354040

زر تعاون

❖ فی شمارہ 25 روپے ❖ سالانہ 300 روپے ❖ سالانہ رجسٹرڈ ڈاک سے 500 روپے

❖ اعزازی تعاون 1000 روپے ❖ بیرونی ممالک سے 30 امریکی ڈالر ❖ لائف ممبرشپ 8000 روپے (برائے ۲۰ سال)

پرنٹر پبلشر محمد ادریس قریشی نے ڈیلکس پریس راج مارکیٹ مظفرنگر سے چھپوا کر جمعیت شاہ ولی اللہ کیلئے پھلت ضلع مظفرنگر سے شائع کیا

(مدیر: وصی سلیمان ندوی)

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرس

☆	(اداریہ) عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا	وصی سلیمان ندوی	۳
☆	کچھ یادیں، کچھ باتیں	مولانا محمد کلیم صدیقی	۵
☆	مختصر حالات افتخار الاولیاء مولانا افتخار الحسن	مولانا محمد شعبان بستوی	۱۱
☆	آہ! شیخ زمن افتخار الحسن (نظم)	حیدر اغوانی ندوی	۱۶
☆	علم وعمل سے لبریز سنہری زندگی کا اختتام	مفتی محمد عفان منصور پوری	۱۷
☆	نذرانہ عقیدت	عبد الرب حماد پھلتی	۱۸
☆	حیات وخدمات حضرت مفتی افتخار الحسن	ڈاکٹر مفتی محمد عاشق صدیقی	۱۹
☆	کچھ سبق آموز واقعات	مفتی محمد اطہر شمسی	۲۳
☆	حضرت کے چند ارشادات وملفوظات	مرتب: مولانا محمد شعبان بستوی	۲۵
☆	نسیم ہدایت کے جھونکے (انٹرویو)	**احمد اواہ ندوی**	۲۸
☆	غیر مسلموں کے درمیان.........	مفتی عبد القیوم راجکوٹی، دار الافتاء ڈابھیل	۳۳
☆	مطالعہ سے کیا ملتا ہے؟	ادارہ	۳۷
☆	خبروں کی دنیا	محمد ادریس ولی اللہی	۳۸
☆	فقہی مسائل	مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی	۳۹
☆	آخری صفحہ	مولانا محمد کلیم صدیقی	۴۰

○ اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت **جولائی** سے ختم ہو رہی ہے، رسالہ کو مسلسل جاری رکھنے کے لئے دفتر کو اطلاع دیں یا فوراً رقم ارسال فرمائیں۔

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

اداریہ

عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

شیخ المشائخ ،امام المتقین ،افتخار الاولیا،حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ مغربی اتر پردیش کے علاقہ میں ہمارے دیار کی ایسی عظیم المرتبت اور بابرکت شخصیت تھے ،کہ جب ۲۸/رمضان المبارک کی صبح کو ان کا جنازہ اٹھا،تو اس شور ماتم میں تیز دھوپ کی تپش ،اور رمضان المبارک کے روزوں کی مصروفیات کے باوجود اس قدر خلق کثیر شامل ہوئی ،جس کی صحیح تعداد کا اندازہ کرنا ممکن نہیں ،جس میں اپنے پرائے ،مسلم غیر مسلم ،عامی اور علماء ،تاجر وقائد،مزدور اور دوکان دار کی کوئی تفریق نہیں تھی ،ایسا شاندار جنازہ کاندھلہ کی سرزمین پر چشم فلک نے کب دیکھا ہوگا ،اور عمومی محبوبیت اور مقبولیت کا یہ نظارہ اس سے پہلے جانے کب نظر آیا ہوگا۔

رمضان المبارک کی ۲۷/ویں تاریخ ،عصر کے بعد کی مقبولیت کی گھڑیاں ،دن کے فرشتوں کی واپسی اور رات کے فرشتوں کی آمد کا وقت ،روزہ داروں کی دعا وانابت اور توجہ الی اللہ میں مصروفیت ،اپنے محبوب رب کی رحمت و مغفرت حاصل کرنے کے لئے اتنی ساری تیاریوں کے ساتھ بڑی شان سے جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو یقیناً ملائکہ مقربین نے ان سے کہا ہوگا:﴿یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیہ، فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی﴾

حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلویؒ برصغیر کے اس عظیم وممتاز خاندان کے روشن چراغ تھے ،جس میں صدیوں تک علماء ،صلحاء، ارباب فضل وکمال اور بانیان تحریک پیدا ہوتے رہے ،اور جو ان چند خانوادوں میں سے ایک ہے ،جہاں لگاتار چھ صدیوں تک علم وفضل کی قیادت اور روحانیت کی روایت تازہ رہی ،آفتاب و ماہتاب جیسی شخصیات رکھنے والی علم وفضل کی یہ ایک کہکشاں تھی جس سے کوئی دور خالی نہیں رہا ،حضرت مفتی الٰہی بخش ،مولانا نور الحسن ،مولانا مظفر حسین ،حضرت مولانا محمد الیاس ،شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا ،مولانا محمد یوسف ،مولانا انعام الحسن جیسے سیکڑوں ماہ انجم ہیں جن سے اس ملک کی دینی ،ملی تاریخ کی ہر راہ روشن ہے ،اور اس دور اخیر میں حضرت مولانا افتخار الحسنؒ اپنے خانوادہ کی تمام خصوصیات وروایات کے امین وجانشین تھے۔

وہ ان خاصان خدا اور اولیاء اللہ میں سے تھے ،جن کے روحانی اور دینی فیض کا دریا نصف صدی سے زائد عرصہ تک پوری روانی کے ساتھ رواں دواں رہا ،ان کا درس تفسیر پچاس سال کی طویل مدت تک جاری رہا ،فقہ وفتاویٰ کی خدمات سے ایک زمانہ فیضیاب تھا ،علم حدیث میں ان کی مثال ڈھونڈنی مشکل تھی ،روحانیت وتصوف میں ان کی خدمات آب زر سے لکھے جانے کے لائق تھیں ،اتباع سنت کی دعوت ،اور اصلاح عقائد کے باب میں ان کا اپنا ایک مقام تھا ،اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں ان کی خدمات کی ایک تاریخ ہے ،سو سے زائد دینی مدارس اور اسلامی مکاتب ان کی کوششوں سے قائم ہوئے ،ہریانہ و پنجاب میں مساجد کی واگذاری اور آبادکاری میں انھیں دلچسپی تھی ، خانقاہوں میں ان کے دم سے رونق تھی ،تبلیغی کاموں میں ان کی عملی شرکت تھی ،اسلامی تحریکوں اور تنظیموں کے وہ سرپرست تھے ،وہ بیک

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

وقت واعظ تھے،خطیب تھے،مقرر تھے،مدرس تھے،مفسر تھے،داعی تھے،مبلغ تھے،حامی سنت تھے ماحی بدعت تھے،اوران تمام میدانوں میں اپنی امتیازی شان رکھتے تھے۔

ان کا حافظہ بلا کا تھا،اور یادداشت غضب کی تھی،بیسوں صفحات اور پوری پوری بحثیں ان کے نوک زبان تھیں،جب وہ احادیث سنانے پرآتے توان کے لہجہ واسلوب اوررنگ وآہنگ سے ایسامحسوس ہوتا جیسے:بلبل چہک رہا ہوریاض رسول میں،متقدمین ومتأخرین کے علوم،اوران علوم کی معرکۃ الاراء بحثوں پران کی نگاہ گہری بھی تھی اور معتدل بھی،ان کی مجلس میں بیٹھ کراورتھوڑی دیران کی خدمت میں حاضری دے کرایسا محسوس ہوتا جیسے انھوں نے علوم وفنون کا سمندر پی رکھاہے،اورقابل رشک حدتک اس کا استحضار بھی ہے۔ان کی یاد داشت اورقوت حفظ کے سیکڑوں واقعات مشہور ہیں جن کوسن کرمحسوس ہوتا ہے کہ ان کی شخصیت عہد قدیم کی ہوا کا کوئی جھونکا تھا جو ہمارے اس عہد میں آگیا تھا۔

ان کے اخلاق وکردار میں بزرگوں سی شفقت اورنرمی تھی،وہ اپنے ہر ملنے والے کی نظرمیں محترم تھے،اور ہرکوئی محسوس کرتا تھا کہ وہ اس سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں،اخلاق نبوی کی یہ ایسی خصوصیت ہے جس کے نمونے آج کے دور میں نایاب نہیں توکم یاب ضرور ہیں،ہرایک کے ساتھ خیرخواہی،ہرایک کی فکر،سب کے دکھ درد میں شرکت ان کی عادت ثانیہ تھی،انھوں نے بے داغ زندگی گذاری،اورکسی کی غیبت،حسد،اوربدخواہی سے خودکوآلودہ نہیں کیا،ان کے پاس صبح سے لے کرشام تک آنے جانے والوں کا تانتالگارہتا تھا،جب تک جسم و جان میں قوت رہی وہ پوری مستعدی کے ساتھ سب کا کام بنانے،اور ہرایک کی بات سننے کی کوشش کرتے تھے،یہی وجہ ہے کہ جب ان کا آخری وقت آیا توبلاتفریق مذہب وملت ہرآنکھ نم تھی،ہرایک کے دل میں درد تھا،اور ہرجانب ماتم واندوہ کی کیفیت طاری تھی۔

پھلت اوراہل پھلت کے ساتھ ان کے گوناگوں رشتے تھے،ان کے خانوادہ کا خاندان ولی اللہی کے ساتھ صدیوں پرانا رابطہ تھا پھلت کے اسلاف میں بہت سے بزرگ ان کے محسن بھی تھے،اوران کے خاندان کے خوشہ چینوں میں بھی تھے،وہ خود یہاں کے شاگرد بھی تھے،اور یہاں کی ایک پوری نسل کے مربی بھی،اس لئے وہ اس بستی سے اور یہاں کے مکینوں سے الفت ومحبت کا رشتہ رکھتے تھے،ہماری دینی،دعوتی تحریک کے وہ ایک طرح سے سرپرست تھے،اوراس کے کاموں کے سلسلہ میں مشوروں اور ہمت افزائی سے دریغ نہیں کرتے تھے،ان کی دعائیں اورتوجہات ہمارے کارکنوں کے لئے بڑا سہارا تھیں،اور ہم لوگ اپنا حق سمجھ کران سے فیض یاب ہوتے تھے۔ماہنامہ ارمغان اپنے پہلے ہی دن سے ان کی توجہات سے فیض یاب تھا،وہ اس کے سلسلہ میں ہمت افزائی اورکلمہ خیر سے سرفراز کرتے تھے،اور ہم لوگ اس کی شکل دکھا کربھی خودکوخوش قسمت تصور کرتے تھے،یہی وجہ ہے کہ ان کی وفات کا حادثہ ہمارے لئے اور ہماری پوری دینی دعوتی تحریک کے لئے ایک بڑا حادثہ ہے،اس لئے ارمغان پریہ حق تھا کہ وہ ان کے ذکر سے اپنے صفحات کوروشنی عطا کرے،اوراپنے قارئین میں،ان کی روشن وتابناک زندگی کا مرقع سجا کران کی جیسی قابل تقلید زندگی جینے کا شوق بیدار کرے،اوران کے لئے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی درخواست کرسکے۔ پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کے لئے۔

وصی سلیمان ندوی

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

ان کی ذات عالی رحمت کی ایک چادر تھی جو نہیں رہی

شیخ المشائخ حضرت مولانا افتخار الحسن رحمہ اللہ

کچھ یادیں کچھ باتیں

مولانا محمّد کلیم صدّیقی

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

ایک زمانہ سے وہ صاحب فراش تھے، اس میں بھی کافی زمانہ سے اس حال میں تھے کہ آنے والے اہل تعلق کو کبھی کبھی مشکل سے یہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ ہمیں پہچان رہے ہیں، مگر اس کے باوجود اہل تعلق میں سے شاید ہر ایک کو اس کا احساس رہتا تھا، کہ ان کی ذات عالی نہ صرف ہم پر بلکہ پورے برصغیر پر رحمت کی ایک چادر کی طرح سایہ فگن ہے، ان کا وجود کتنی بلاؤں اور آفتوں کے رکے رہنے کا ذریعہ ہے، ماہ مبارک کا آخری عشرہ اور اس کے بھی آخری ایام خود ان کے لئے رحمت کے ایام ثابت ہوئے کہ عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ گیا، جس محبوب کو دل دیا تھا اور جس معشوق پر فدا تھے، اور اس کی لقا کے شوق میں وہ یقیناً ایک ایک پل گن رہے تھے، اس مالک محبوب اور معشوق کی آغوش رحمت میں، ایسی رحمت اور مغفرت کے موسم بہار میں زندگی بھر کے تقویٰ اور زہد کے اور روزوں کے بعد حقیقی عید منانے چلے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ان کا وصال بزرگوں کے ایک عہد کا خاتمہ سا محسوس ہوا، اور موت العالم موت العالم (ایک عالم کی موت، عالم کی موت ہوتی ہے) کا مبارک فرمان بالکل اپنے الفاظ کے ساتھ ان کے وصال کے حادثہ میں ثابت ہوتا نظر آیا۔

کب سے پڑھتے چلے آئے ہیں کہ ''ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں'' اور جب کسی بندہ پر رحمت حق مہربان ہوتی ہے تو اسے اپنی محبت سے نواز دیتی ہے، اور اسے عشق حقیقی کے جام پر جام پلا کر مدہوش کر دیا جاتا ہے، اور اللہ کی محبت سے سرشار خوش قسمت، ان اللہ والوں کی محبت کا دل میں حد درجہ ہو جانا فطری ہے، جو اللہ کی راہ کی رہنمائی اور اللہ تک پہنچانے کا ذریعہ ہوتے ہیں، اور محبت جب پیدا ہو جاتی ہے، تو یہ عاشق اور محبت آخری درجہ میں ادب کے سلسلہ میں باذوق اور حساس بنا دیتی ہے، بلکہ 'محبت تجھ کو آداب محبت خود سکھا دے گی' کا معاملہ ہوتا ہے

اس طور پر جب ہم عالم اسلام کی تاریخ پر غور کرتے ہیں تو مریدین و مسترشدین اور عقیدت مندوں کی طرف سے اپنے پیروں، مرشدوں اور مشائخ و اکابرین کے لئے جو القاب و آداب کتابوں اور ان کے تذکروں اور سوانحات میں لکھے گئے، جن کو اگر جمع کیا جائے تو کتابیں نہیں کتب خانے تیار ہو سکتے ہیں، یہ القاب و آداب جو سطروں پر نہیں بلکہ کبھی کبھی صفحوں پر پھیلے ہوئے ہوتے ہیں اور محبت و عشق خصوصا ان مشائخ کی معرفت اور قدر سے عاری لوگوں کو محض غلو لگتے ہیں، کیونکہ مشہور ہے کہ لیلی کے حسن اور اس کی صفات کے لئے کسی مجنوں کی آنکھیں چاہئیں جو ہر کس و ناکس کے پاس نہیں ہوتیں۔ ضروری نہیں کہ کسی دوسرے کو اس حقیر کی رائے سے اتفاق ہو مگر شیخ المشائخ، مخدوم العلماء، رئیس المتقین، قدوۃ العارفین، زبدۃ السالکین، امام الاولیاء، فخر الاماثل، قدوہ الافاضل حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن کاندھلوی قدس سرہ، ونور اللہ مرقدہ کے وصال کے بعد سے مسلسل یہ محسوس ہوتا رہا

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

اور ہے کہ صدیوں پر پھیلے ہوئے بہت سارے مشائخ، اکابرین، فقہاء، علمائے ربانیین کے لئے ان کے عقیدت مندوں کی طرف سے لکھے گئے سارے القاب و آداب، ہمارے حضرت والا، حضرت مولانا افتخار الحسن صاحبؒ پر لفظاً و معناً پوری طرح ثابت ہوتے ہیں، ایسی عظیم المرتبت اور بابرکت ہستی کا وجود یقیناً پورے عالم اسلام کے لئے اللہ کی طرف سے عظیم نعمت، اور ان کے وصال کا حادثہ پورے عالم اسلام کے لئے بہت بڑا حادثہ اور محرومی ہے، اس کا اندازہ عرب وعجم کے ممتاز ترین، صف اول کے اکابرین، علماء و مشاہیر کے ان پیغامات سے بھی ہوسکتا ہے جو حضرت کے وصال پر انھوں نے حضرت والا کے صاحب زادگان اور پس ماندگان کو بھیجے ہیں۔

حضرت والا کا وصال یقیناً نہ صرف عالم اسلام کے لئے ایک بڑا خسارہ اور محرومی ہے، بلکہ علاقہ کے مشہور غیر مسلم، عوام الناس یہاں تک کہ مشہور سیاسی لیڈروں کے حضرت کے وصال پر دل کی گہرائیوں سے غم واندوہ کے تأثرات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے، کہ حضرت کا وصال پوری عالم انسانیت کے لئے ایک بڑا حادثہ اور خسارہ ہے۔

لیکن اس حقیر اور ارمغان، خصوصاً قریۃ الصالحین پھلت کے ساتھ حضرت والا کا جو عنایت و شفقت اور کرم فرمائی کا معاملہ تھا، اور حضرت کی طرف سے ہم سبھی پر بلا استحقاق احسانات کا طویل سلسلہ جو ہر پل اور ہر لمحہ ہمارے لئے سرمایہ تھا، اس کی وجہ سے ایسا لگتا ہے کہ حضرت والا کے وصال کا حادثہ شاید حضرت والا کے نسبی پس ماندگان سے زیادہ خسارہ اور نقصان ہے، اور اندر سے دل یہ کہتا ہے کہ لوگ ہم سے تعزیت کریں۔

اس حقیر کا خیال ہے، اور اپنے اکابرین اور بزرگوں کی صحبت میں رہنے اور تاریخ اسلام کے ممتاز ترین علمائے ربانیین کی سیرت وسوانحات پڑھنے سے اس کا اندازہ ہوتا ہے کہ جن لوگوں کے یہاں اللہ کی مشیت میں مقام خاص عطا فرمانا طے ہوتا ہے، ان کے دل میں اپنے بزرگوں اور ان ذرائع اور ان واسطوں کی، جن سے ان کو یہ دین اور تعلق مع اللہ کی دولت عطا کی جاتی ہے، حد درجہ درجہ احسان مندی اور قدر دانی عطا کی جاتی ہے، شیخنا وشیخ العالم حضرت مولانا افتخار الحسن کو یہ دولت بہت امتیازی طور پر عطا کی گئی تھی، ان کی خدمت میں ذرا سی دیر حاضر رہنے والا ان کی زبان سے حد درجہ عقیدت و محبت میں اپنے کسی نہ کسی بزرگ کی کوئی حکایت، نصیحت یا تذکرہ ضرور سن لیتا تھا اور حضرت کے بیان کرنے کا انداز بڑا والہانہ ہوتا تھا، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حضرت اپنی زبان مبارک سے نہ صرف اپنے بزرگوں کا حال بیان فرمارہے ہیں، بلکہ یہ ان کی زبان حال اور دل کے اندر کی آواز ہے، جو وہ اپنے خدام کو بتارہے ہیں، ان بزرگوں میں علم وفکر توازن واعتدال اور اقرب الی الکتاب والسنہ ہونے کے لحاظ سے وہ خانوادہ ولی اللہی کے فکر و مسلک اور نظریہ تصوف وسلوک کو اپنے لئے ایک ترازو اور میزان سمجھتے تھے، اس لئے پھلت اور اکابرین پھلت سے ان کو عشق کی حد تک تعلق تھا، اور اس نسبت کی وجہ سے پھلت کے ساکنین ہم جیسے گنواروں کی بھی ان کے دربار میں چاندی ہوتی تھی، وہ زمانہ نوعمری ہی سے پھلت تشریف لاتے رہے تھے، خانجہاں پور، منصور پور کے رؤساء اور علماء سے حضرت کا بہت قریبی تعلق تھا، ان کے ساتھ، اور حضرت مدنیؒ کے ساتھ بھی وہ پھلت تشریف لائے، اور خانوادہ ولی اللہی کے امین، نمائندہ، استاذ الاساتذہ، فرید دوراں حضرت مولانا علاء الدین صاحبؒ جو ہمارے بچپن میں پھلت کی شان سمجھے جاتے تھے، اور پورے علاقہ میں ان کو بڑے مولوی صاحب کہا جاتا تھا، اور جن کی سند حدیث برصغیر کی شاید سب سے عالی سند ہے، جو حضرت مولانا علاء الدین سے مولانا نور الحق ٹونکی، ان سے شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی، ان سے شاہ عبد العزیز اور ان سے شاہ ولی اللہ تک صرف تین واسطوں سے پہنچی ہے، اور جن سے ملاقات کے لئے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ بھی پھلت تشریف

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

لائے تھے،اور تبلیغ کے ابتدائی دور میں رئیس التبلیغ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ مشورہ کے لئے کئی بار پھلت تشریف لائے،ان سے حضرت مولانا افتخار الحسن نور اللہ مرقدہ کو بڑا تعلق تھا،حضرت مولانا علاء الدین سے حضرت والا کو یہ سند حدیث ملی تھی،اور جامع مسجد میں جو پرانا تاریخی کتب خانہ تھا اس سے استفادہ کے لئے بھی حضرت کا پھلت تشریف لانا ہوتا تھا۔

۱۹۷۰ء میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پھلت کے تاریخی مدرسہ ،جس کو حضرت شیخ برصغیر کے سارے مدرسوں کی جڑ فرمایا کرتے تھے،اس کی فکر کے لئے اپنے رشتہ کے بھائی اور مسترشد حضرت مولانا احترام الحسن کاندھلوی، جو حضرت والا کے برادر مکرم حضرت مولانا احتشام الحسن کاندھلوی کے صاحب زادہ تھے،اور بعد میں حضرت مولانا افتخار الحسن کے داماد بھی ہوئے،کو پھلت بھیجا، اور مولانا احترام الحسنؒ نے بڑے خلوص ولگن کے ساتھ اس ادارہ کی نشأۃ ثانیہ کے لئے کوشش کی،اس دوران حضرت مولانا احتشام الحسن اور حضرت مولانا افتخار الحسنؒ کی بار بار پھلت تشریف آوری ہوتی تھی، یہ حقیر اس نسبت کو یاد کرکے آج بھی احساس ہے کہ بالکل کم سنی میں اہل پھلت کو ان دونوں بھائیوں کی موجودگی کی وجہ سے پوری بستی میں عجیب روحانیت اور نورانیت کا احساس رہتا تھا۔

شاید ۱۹۷۱ء میں حضرت مولانا احتشام الحسن کا وصال ہوگیا اور ہندو پاک کی جنگ میں مولانا احترام الحسن کی والدہ جو پاکستان گئی ہوئی تھیں،سرحد بند ہونے کی وجہ سے پاکستان میں پھنس گئیں ،ان حالات کی وجہ سے مولانا احترام الحسن پھلت چھوڑ کر چلے گئے، حضرت شیخ الحدیثؒ اس پر ہمیشہ قلق فرماتے تھے،مولانا احترام الحسنؒ نے کئی بار بتایا کہ حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں حاضری پر حضرت شیخ نے کئی بار فرمایا، کہ احترام تم پھلت چھوڑ کر آ گئے، مجھے تو وہاں سے بڑی امیدیں تھیں،افسوس،تم وہاں سے آ گئے تم نے اچھا نہیں کیا۔مولوی احترام الحسن کے پھلت قیام کے دوران چونکہ مولانا کے کھانے کا نظم ہمارے یہاں ہی تھا اور یہ حقیر ہی مولانا کا کھانا ناشتہ لے جانے کی زیادہ تر ذمہ داری نبھاتا تھا،اس لئے ان دونوں بزرگ بھائیوں سے بھی اس حقیر کا خوب تعارف ہو گیا تھا،اور یہ حقیر مسجد کے کاموں،اذان وغیرہ اور پھلت میں بچوں کی چھوٹی سی جماعت بنا کر گشت وغیرہ سے بھی چھٹی کلاس سے وابستہ تھا،اس لئے اس حقیر کے لئے یہ بڑے فخر کی بات تھی کہ یہ اکابرین اس حقیر کا نام جانتے تھے،سن ۷۵ء میں پھلت والوں کو خیال ہوا کہ حضرت مولانا احترام الحسن کے پھلت میں رہنے کی وجہ سے بڑی چہل پہل ہوگئی تھی،مسلسل پروگرام، اکابر علماء کی آمد،اور مدرسہ کو بڑی ترقی ہوئی تھی،اس لئے دوبارہ ان کو یہاں لانے کی کوشش کی جائے،مدرسہ کے ذمہ دار میرے بڑے بھائی حاجی وکیل صاحب اور پھلت کے دوسرے ذمہ دار اس خیال سے کہ حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب اس حقیر سے شفقت وعنایت کا معاملہ فرماتے ہیں،کم عمری کے باوجود مجھے بھی ساتھ لے کر کاندھلہ گئے، سردی کا زمانہ تھا،مسجد کے صحن میں حضرت مولانا افتخار الحسنؒ سے ملاقات ہوئی، مجھے یاد ہے کہ ہمارے ایک عزیز عم محترم جو حضرت کے احترام میں ذرا ادب کو ملحوظ رکھنا چاہتے تھے انھوں نے حضرت سے عرض کیا، کہ حضرت کو یہ تو معلوم ہی ہے کہ ہم لوگ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ حضرت نے سبقت لسانی پر مذاق اڑانے یا مسکرانے کے بجائے بڑی عقیدت اور والہانہ تعلق سے فرمایا: جی جی بالکل معلوم ہے آپ حضرات پھلت شریف سے،ہمارے اکابرین کے سرخیل حضرت شاہ ولی اللہ کے قریۃ الصالحین سے تشریف لائے ہیں، پھلت شریف کی یا کو،اور قریۃ الصالحین کی یا کو غایت محبت وعظمت سے شریف اور صالحین فرمایا، جس سے اندازہ ہوا کہ پھلت اور اہل پھلت سے حضرت کو کتنا تعلق ہے،ان لوگوں نے درخواست رکھی، حضرت نے مولانا احترام الحسن کو بلایا اور فرمایا کہ ان بزرگوں کا حکم تو ہے ہی کہ یہ حضرات قریۃ الصالحین سے آئے ہیں، اس

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

حقیر کی بھی خواہش ہے کہ تم وہاں ہوتے ہو تو مجھے بھی وہاں بار بار پھلت اور اہل پھلت سے استفادہ کا موقع ملتا رہتا ہے، مولانا نے آمادگی ظاہر کردی، اور مولانا پھلت تشریف لے آئے، مگر مقدرات ہر چیز پر غالب رہتے ہیں، دوسری بار مولانا احترام چند ماہ ہی پھلت رہ سکے، مگر حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کی تشریف آوری ہوتی رہی، حضرت تشریف لاتے تو حضرت کا بیان ہوتا۔

حفظ حدیث کے معاملہ میں تو شاید ہی ہمارے علماء میں کوئی ان کا ثانی ہو، حضرت بڑی طویل احادیث پوری پوری سند کے ساتھ عربی میں سناتے اور اس پر عجیب غریب علوم کو کھولتے تھے، علوم قرآن، حدیث شریف، فقہ وفتاویٰ، تاریخ اسلام اور آثار اکابرین، علم کا کون سا شعبہ ایسا تھا جس پر حضرت والا کو امامت کا مقام حاصل نہیں تھا، کاندھلہ کی مسجد میں درس قرآن کا سلسلہ نصف صدی سے زیادہ تک جاری رہا، اور ختم قرآن کے موقع پر ایک عظیم الشان اجلاس منعقد فرمایا، جس میں میرے حضرت والا سیدی وسندی حضرت مولانا علی میاں نور اللہ مرقدہ تشریف لائے، عیدگاہ میں حد نگاہ تک لوگ موجود تھے جس میں اکثر خواص تھے اور علماء تھے، نصف صدی سے زیادہ مدت پر یہ درس قرآن حقائق علوم کا ایک بحر زخار تھا جس میں خواص نہ جانے کہاں کہاں سے جمع ہوتے تھے، کاش یہ علوم جمع ہو کر شائع ہوجاتے تو علم تفسیر کے خزانہ میں کیسا قیمتی اضافہ ہوتا، حفظ حدیث تو حضرت والا کا امتیاز و اختصاص تھا ہی، فقہ کے سلسلہ میں بھی آپ کو امامت کا مقام حاصل تھا اور بڑے بڑے فقیہ آپ کی رائے کو سند سمجھتے تھے، تاریخ اور بزرگ اکابرین صوفیہ کے حالات پر بھی آپ کی ذات عالی ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی تھی، آپ کا بے مثال حافظہ دیکھ کر متقدمین کی یاد تازہ ہوجاتی تھی، اور نہ صرف علم ومعلومات بلکہ عمل، تقوی، زہد اور آخری درجہ میں شبہات سے حد درجہ احتیاط آپ کی شان سمجھی جاتی تھی۔

اس حقیر اور ہمارے تمام رفقا کے ساتھ حضرت والا کے احسانات کا ذکر کیا جائے، تو اس کے لئے ایک کتاب درکار ہے، کچھ اس وجہ سے کہ یہ حقیر پھلت سے تعلق رکھتا ہے، اور کچھ اس خیال سے کہ ٹوٹی پھوٹی دعوتی اور دینی کوشش میں بھی اللہ تعالی نے حضرت والا کی دعاؤں اور نعلین کے صدقہ میں لگا لیا تھا، حضرت والا انتہائی عنایت اور شفقت کا معاملہ فرماتے تھے، اور یہ حقیر جب بھی اپنے رفقاء، پھلت کے مدرسہ کے اساتذہ یا ہریانہ کے دعوتی ساتھیوں کے ساتھ حاضر خدمت ہوتا تو حضرت والا بہت خوشی کا اظہار فرماتے اور ذرا حاضری میں تاخیر ہوتی تو انتہائی اپنائیت کے ساتھ ملتے نہ رہنے کی شکایت فرماتے، حضرت کے برادر مکرم حضرت مولانا اظہار الحسن جو اس حقیر کے آخری درجہ میں تبلیغی مربی تھے، ان کا انتقال ہوا تو یہ حقیر مرکز نظام الدین جنازہ میں شرکت کے لئے حاضر ہوگیا تھا، مگر اس خیال سے کہ حضرت کے لاکھوں عقیدت مند آرہے ہوں گے، زحمت ہوگی اس لئے کاندھلہ حاضر نہ ہوسکا، کئی ماہ بعد ہریانہ کے ایک سفر سے واپسی پر حاضری ہوئی تو بہت محبت سے شکایت فرمائی: میں تو انتظار کررہا تھا کہ جناب والا میرے بڑے بھائی کے انتقال پر ضرور تشریف لائیں گے، چھوٹے سے چھوٹے عامی دیہاتی کے لئے بھی حضرت والا کے انتہائی اکرام کے الفاظ حضرت کا معمول تھا، اس حقیر کو شکایت پر شرمندگی بھی ہوئی اور خوشی بھی، کہ اس حقیر کے لئے یہ بات بڑی سعادت اور شرف کی تھی کہ حضرت اس حقیر کا تعزیت کے لئے انتظار فرمارہے تھے، یہ ہمارے لئے نہایت تعلق کی سند تھی۔

ایک بار ہم لوگ پھلت مدرسہ کے لئے دعا کے لئے حاضر ہوئے، ملاقات کو عرصہ ہوگیا تھا مدرسہ کے بعض اساتذہ، مولانا عبد الحسیب ندوی، اور مولانا وصی سلیمان ندوی ایڈیٹر ارمغان اور عزیزی حافظ ادریس کے ساتھ خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے، ملاقات کے بعد واپس ہونے لگے، تو حضرت والا بہت اصرار سے منع کرنے کے باوجود مولانا احترام الحسن کے گھر تک رخصت کیلئے تشریف لائے، خاص مہمانوں کے رخصت کی حضرت کے یہاں

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

یہ قدردانی تھی، واپسی کا مصافحہ اور معانقہ کرتے ہوئے ہم لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے یہ رفقاء کسی روز سند حدیث لینے کے لئے حاضر ہونا چاہتے ہیں، وہ سند جو حضرت مولانا علاء الدین صاحب سے آپ کو ملی ہے، حضرت نے بڑی محبت سے منھ پر انگلی رکھ کر فرمایا، اجی الٹا بانس بریلی کو، ہم پھلت والوں سے استفادہ کرنے حاضر ہوتے ہیں، اس حقیر نے عرض کہ حضرت ھذہ بضاعتنا ردت الینا، تو پرانی تاریخ ہے، ہمارے بزرگوں کی امانت ہمیں مل جائے ،جب حضرت والا فرمائیں ہم لوگ حاضر ہوجائیں گے، حضرت نے فرمایا دوبارہ کیوں زحمت فرمائیں گے، اور یہ فرما کر وہیں گلی میں کھڑے کھڑے ایک دو احادیث سنا کر سند کی اجازت عنایت فرمائی۔

دین کی کوئی خدمت خصوصا دعوتی کوشش کرنے والا کتنا معمولی درجہ کا کوئی آدمی ہوتا اس کی کوششوں کی حضرت والا بے حد پذیرائی اور حوصلہ افزائی فرماتے تھے، ہمارے ایک مہاجر بھائی جناب عامر صاحب جو بابری مسجد پر سب سے پہلی کدال چلا کر اس کے گنبد کی اینٹیں لے کر آئے تھے، اور اس پر پانی پت میں جہاں کی شیوسینا کے وہ ذمہ دار تھے، لاکر کئی دن تک پیشاب کراتے رہے، اللہ نے ان کو ہدایت عطا فرمائی ،ایک دن ایک نومسلم ڈاکٹر کو لے کر پھلت آئے، اتفاق سے ایک جماعت نومسلموں کی تیار تھی، دن میں اس کے ساتھ جوڑ کر کاندھلہ بھیج دیا گیا، یہ جماعت کاندھلہ گئی، کاندھلہ میں صرف تین دن لگانا طے تھا، باقی علاقہ میں کام کرنا تھا، حضرت والا سے ملنے کے لئے جماعت حاضر ہوئی ،ماسٹر عامر نے پورے ساتھیوں کا تعارف کرایا، حضرت روتے جاتے اور سب کی پیشانیوں کو چومتے جاتے ،اور ان کو اس حقیر کو دعائیں دیتے جاتے، بالاصرار اس جماعت کو حضرت نے دس روز روکا، الحمد للہ کاندھلہ میں جہاں سے جماعت نکلنا دوبھر ہو رہی تھی، ماشاء اللہ کئی جماعتیں چلہ کی نقد نکلیں، حضرت والا نے بہت دعائیں دیں۔

ہمارے ایک رفیق جو جولا گاؤں کے رہنے والے تھے، ایک ادارہ میں پڑھاتے تھے، وہ کسی زمانہ میں جب ارمغان دعوت میں غلطی سے بانی تبلیغ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے بارے میں، مولانا عبد المالک جامعی کے وہ خطوط شائع ہوگئے جن میں کچھ اکابرین پر غیر مسلموں میں دعوت کے جذبہ سے سخت نقد کیا گیا تھا، یہ وقتی انفعال تھا، وہ عارضی طور پر بدظن ہوگئے تھے، اور ان خطوط کو اس حقیر کی تحریر سمجھ رہے تھے، ارمغان دعوت کا وہ ایڈیشن لے کر حضرت کے پاس پہنچے، اور اسے کھول کر دکھانے لگے کہ دیکھئے کلیم نے بزرگوں پر کیسے کیا کیا لکھا ہے، وہ خود سناتے ہیں کہ حضرت نے اپنی جگہ سے اٹھ کر میرا گریبان پکڑ لیا، اور مجھے ڈھکیلتے ہوئے باہر گلی میں مسجد تک لے گئے، فرمایا اگر آپ ان کے مخالف ہیں تو فوراً یہاں سے چلے جائیے، تمہیں معلوم ہے اللہ ان سے کتنا کام لے رہے ہیں۔

عملیات اور سحر واثر کے علاج میں بھی حضرت والا کو درجہ امامت حاصل تھا، پریشان حال، مسحور بیمار لوگوں کا ایک ازدحام حضرت والا کے یہاں لگا رہتا تھا جس سے کبھی کبھی حضرت والا بہت پریشان بھی ہوجاتے تھے، مگر خلق خدا حضرت والا سے فیض یاب بھی ہوتی تھی۔

کشف حضرت والا کا بہت بڑھا ہوا تھا، اس حقیر کے سامنے جب بھی کسی نوجوان یا اہل تعلق کو یہ خیال ہوتا کہ بزرگوں کے کشف وکرامات کے قصے جو ہم سنتے آئے ہیں، اب ایسے بزرگ نہیں رہے، تو اس خیال کے ازالہ کے لئے یہ حقیر حضرت والا کی خدمت میں اشکال کرنے والوں کو بھیج دیتا، حضرت کی کوئی کرامت کی بات یا کشف کی بات کا وہ خود مشاہدہ کرکے کہنے لگتا کہ واقعی اس زمانہ میں بھی پرانے بزرگوں کی مثال موجود ہے، ہمارے برادر نسبتی حافظ محمد ارحم مرحوم ایک بار ان سے ملنے گئے، اس حقیر کی اہلیہ جھنجھانہ کی ہیں، اور جھنجھانہ حضرت والا کا بھی آبائی وطن ہے، وہ حفظ قرآن کی مثالی استاد ہیں، ایک زمانہ سے علیل

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

اورمختلف عوارض کا شکار رہتی تھیں، بھائی ارحم کا خیال تھا کہ حضرت سے ان کی صحت کی دعا کے لئے کہیں گے، اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے حضرت نے فرمایا: مولانا (اس حقیر) سے کہنا کہ میری اس بیٹی کو کب تلک تڑپاتے رہیں گے، وہ جو سونی پت کے مندر کا پجاری ہے، اس نے تالاب میں گاڑ رکھا ہے، میرے پاس آجائیں گے، میں نکلوادوں گا۔ حافظ ارحم صاحب حیرت میں پڑ گئے کہ ابھی تو میں نے زبان بھی نہیں کھولی اور حضرت نے علاج بھی بتادیا، نہ جانے کتنے ایسے واقعات کا اپنا تجربہ بیان کرنے والے ہزاروں لوگ، جن سے حضرت کے کھلے کشف کا اظہار ہوتا ہے، مل جائیں گے۔

حضرت والا کی شخصیت مستجاب الدعوات شخصیت تھی، ہزاروں پریشان حال حضرت کی خدمت میں اپنی اپنی مشکل اور الجھے ہوئے مسائل کے لئے حاضر ہوتے اور حضرت والا ان کے لئے دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے یا صرف اتنا فرماتے کہ ہم دعا کریں گے، اللہ تعالیٰ کیسی کیسی مشکلوں کے لئے آسانیاں نکال دیتے تھے، اس حقیر اور ہمارے رفقاء کے ساتھ حضرت والا کو پھلت کی نسبت کے علاوہ ہمارے رفقاء کی ہریانہ پنجاب میں بزرگوں کی تاریخ ساز بستیوں سرہند، بنور، نارنول، گنور، تھانیسر، پانی پت، سونی پت، ہانسی، کیتھل اور اجمیر وغیرہ میں کی دینی آبیاری کی وجہ سے خصوصا نظر عنایت اور کرم فرمائی کا معاملہ فرماتے، جب بھی حاضری ہوتی، حضرت دل سے دعائیں دیتے اور بہت حوصلہ افزائی کے کلمات فرماتے اور ملاقات پر خوشی کا اظہار فرماتے۔

ایک بار ہمارے یہاں پھلت میں علاقہ کا تبلیغی جوڑ ہوا، اس حقیر سے حضرت مولانا موسیٰ صاحب نے، جو ہمارے ضلع کے امیر اور حضرت والا سے مسترشدانہ تعلق رکھتے تھے، بلاکر کچھ سبق سنانے کو فرمایا، اس حقیر نے بہت اصرار کے بعد چھ باتوں کو عنوان بنا کر محبت کا ایک نسخہ اکسیر کے عنوان سے چھ باتوں پر مذاکرہ کیا، ہمارے کرم فرما حضرت مفتی اکبر علی مرحوم جو حضرت والا کے مجاز بیعت بھی تھے، انھوں نے عنوان کی وجہ سے چھ باتوں کا وہ سبق قلم لے کر ڈائری میں لکھ لیا اور کاندھلہ حاضری پر حضرت والا کو سنایا، حضرت والا نے بالاستیعاب پورا سنا اور بہت خوش ہوکر فرمایا کہ مولانا سے کہئے کہ یہ باتیں تو حضرت مولانا الیاس صاحب کے ذہن میں بھی نہیں رہی ہوں گی، اور بالاصرار مفتی صاحب سے فرمایا کہ مولانا سے کہیں اس عنوان سے یہ باتیں ارمغان میں ضرور شائع کریں، یہ محض خدام کی حوصلہ افزائی ہی تھی، ورنہ حضرت والا جیسے علم کے بحر زخار کے یہاں یہ بات کیا اہمیت رکھتی ہے۔

ارمغان ان کی خدمت میں حاضری لگانے حاضر ہوتا تو وہ بہت قدردانی فرماتے اور اس کے مضامین کو ملاحظہ فرماتے اور کبھی کبھی اس کے مضامین پر تبصرہ بھی فرماتے۔

حضرت والا کا وصال امت مسلمہ کا ناقابل تلافی خسارہ ہے اور ایک عہد کا خاتمہ ہے، اللہ کی کریمی کے قربان کہ حضرت کے خانوادہ میں ان کے صالح اخلاف کی ایک بڑی جماعت، حضرت کے خلفاء اور مسترشدین کا ایک طویل سلسلہ ہے، حضرت کے بڑے صاحب زادے مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی جو برصغیر میں علم وتحقیق کی ایک پہچان اور بڑے عالم ہیں اور ان کیجا نشین ہیں، اور ان کے صاحب زادے مولانا ابوالحسن ارشد جو حضرت والا کے منظور نظر اور حضرت کے مجاز وخلیفہ بھی ہیں، اور باقی دونوں صاحب زادے، پھر حضرت کے داماد حضرت مولانا ہشیم صاحب مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ، اور پیر طریقت حضرت مولانا پیر محمد طلحہ جیسے لوگ حضرت کے خانوادہ میں حضرت کے علوم ومعارف کے امین اور جانشین ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے فیض کو تا قیامت جاری وساری رکھے۔

قارئین ارمغان سے حضرت کا حق اور اپنی سعادت سمجھ کر زیادہ سے زیادہ ایصال ثواب کرنے کی درخواست ہے۔ یہ حقیر اپنے تمام رفقاء کی طرف سے حضرت والا کے پس ماندگان سے دلی تعزیت پیش کرتا ہے۔

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

مختصر حالات

افتخار الاولیاء حضرت اقدس الحاج

مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب کاندھلوی نوراللہ مرقدہ

مولانا محمد شعبان بستوی
خادم خاص وخلیفہ ومجاز حضرت مفتی صاحبؒ

ولادت وابتدائی تعلیم

مفسر قرآن عارف باللہ حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی افتخار الحسن صاحبؒ بن مولانا رؤف الحسن صاحب کاندھلوی ۱۱/ جمادی الاول ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۰/ جنوری ۱۹۲۲ء میں قصبہ کاندھلہ ضلع مظفرنگر میں پیدا ہوئے ، خاندان کے معمول کے مطابق قرآن پاک سے تعلیم کی ابتدا ہوئی، حافظ رحیم بخش عرف حافظ منگتو صاحب کاندھلوی نے بسم اللہ کرائی، قرآن شریف کا کچھ حصہ حافظ بھکن صاحب کاندھلوی (حافظ منگتو صاحب کے بھتیجے) سے پڑھا، حفظ کی تکمیل حافظ سعادت خاں دیوبندیؒ کے پاس ہوئی، حافظ صاحب موصوف نے مظفرنگر شہر میں انصاری روڈ پر ایک چھوٹا سا مدرسہ قائم کیا تھا جو کرایہ کے مکان میں چل رہا تھا، جس میں اردو ہندی انگریزی کی ابتدائی تعلیم کا بہت عمدہ انتظام تھا، یہ مکان ایک غیر مسلم کا تھا، جس کو حافظ صاحب نے ۴/ روپئے ماہانہ کرایہ پر لے رکھا تھا، اس کا نام مدرسہ احیاء العلوم تھا۔

عربی وفارسی کی تعلیم

حفظ کی تکمیل کے بعد آپ مرکز تبلیغ بستی حضرت نظام الدین دہلی تشریف لے گئے اور مدرسہ کاشف العلوم میں ابتدائی فارسی عربی کی کتابیں شروع کیں ، مگر آب وہوا کی ناموافقت سے طبیعت خراب رہنے لگی، اس وجہ سے آپ دوبارہ مظفرنگر تشریف لائے اور شہر مظفرنگر کے قدیم ومعروف ادارہ ''مدرسہ مرادیہ'' میں داخل ہوکر ابتدا سے شرح جامی تک کتابیں پڑھیں، مدرسہ مرادیہ میں جن اساتذہ سے پڑھا ان میں حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب بارہ بنکویؒ، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم مظفرنگری، مولانا محمد یوسف صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ۔

مدرسہ مرادیہ کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد شوال ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۹ء کو جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے، یہاں کل پانچ سال قیام رہا اس پانچ سالہ قیام کی مکمل تفصیلات خود حضرت والا نے جو بیان فرمائی ہے اس کو بلا حذف واضافہ کے ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے۔

جامعہ مظاہر علوم میں

پہلا سال: اس سال آپ نے مختصر المعانی امام النحو حضرت مولانا علامہ صدیق احمد صاحب کشمیریؒ سے، شرح وقایہ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب کامل پوری سے، نور الانوار مولانا ظریف احمد صاحب سے اور میر قطبی حضرت مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی سے پڑھیں۔

دوسرا سال: اس سال ہدایہ اولین حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب اجراڑوی سے، مقامات حضرت مولانا امیر احمد کاندھلوی سے اور جلالین حضرت مولانا زکریا قدوسی سے پڑھی۔

تیسرا سال: بیضاوی شریف اور تفسیر مدارک حضرت مولانا زکریا قدوسی سے، ہدایہ ثالث اور مشکوٰۃ شریف حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب اجراڑوی سے اور ہدایہ رابع مولانا عبدالشکور صاحب سے پڑھی۔

چوتھا سال: ۱۳۶۲ھ میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی، حدیث کی بڑی اور مشہور کتابیں اس ترتیب سے پڑھیں بخاری جلد اول کے چند صفحات حضرت مولانا عبداللطیف صاحب (سابق ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور) سے، بقیہ جلد اول نیز نصف ثانی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

مہاجر مدنیؒ سے، اور طحاوی شریف، ترمذی شریف اور شمائل ترمذی، حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری سے، مسلم شریف اور موطا امام محمد حضرت مولانا شاہ اسعداللہ صاحب رامپوری سے، نسائی، ابن ماجہ اور موٴطا امام مالک حضرت مولانا عبدالشکور صاحب کامل پوریؒ سے پڑھیں۔

سلسلۂ حدیث شریف

سلسلۂ حدیث میں آپ کو امتیازی مقام حاصل ہے کیونکہ آپ کی سند عالی ہے، آپ کا سلسلۂ حدیث صرف دو واسطوں سے شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے جاملتا ہے۔ جو اس طرح ہے:

حضرت والا دامت برکاتہم نے باقاعدہ حدیث پاک تو حضرت شیخؒ سے پڑھی ہے اور حضرت شیخ نے آپ کو سند سے بھی نوازا ہے، مگر آپ کو اجازت حاصل ہے حضرت مولانا علاؤالدین پھلتی (۱) سے، اور انہوں نے پڑھا ہے شاہ نوراللہ ٹونکی سے، مولانا علاؤالدین کو شیخ نوراللہ سے اجازت کے ساتھ ساتھ شاہ فضل رحمان گنج مرادآبادی سے بھی اجازت حدیث حاصل ہے اس طرح یہ سلسلہ مختصر ہوکر مولانا پھلتی کے واسطے سے شاہ فضل رحمان گنج مرادآبادی تک پہنچ جاتا ہے، اور حضرت شاہ فضل رحمان گنج مرادآبادی نے حضرت شاہ اسحاق سے پڑھا ہے مگر ان کو اجازت شاہ عبدالعزیز صاحب سے بھی ہے یعنی حضرت والا کو اجازت حدیث حاصل ہے شیخ علاؤالدین پھلتی سے، ان کو شاہ فضل رحمان گنج مرادآبادی سے، اور ان کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے۔

رفقائے حدیث شریف: دورۂ حدیث شریف کے خصوصی رفقاء میں مولانا عبدالجلیل صاحب کامل پوری، مولانا عبدالولی صاحب رنگونی، [مہتمم مدرسہ عربیہ سورتیہ رنگون] مولانا محمد لقمان بن مولانا محمد عیسیٰ مجاز حضرت تھانویؒ] مولانا اقبال ہنساوی، مولانا عبدالرحمٰن جامی الہ آبادی۔

پانچواں سال: آپ نے مزید رسوخ فی العلم کے لئے فراغت کے بعد ایک سال فنون کی درج ذیل کتابیں پڑھیں ملاحسن، ملاجلال، اور میر زاہد مولانا عبدالشکور صاحب سے، دیوان متنبّی اور حماسہ مولانا امیر احمد کاندھلوی سے، میبذی علامہ صدیق احمد کشمیری سے۔

اصلاح عوام کا جذبہ

مظاہر علوم سے فراغت اور واپسی کے بعد اپنے وطن کاندھلہ میں مستقل قیام فرما کر کاندھلہ اور اس کے مضافات میں رہنے والے تشنگان علوم واحکام کی فقہ وفتاویٰ، وعظ ونصیحت نیز تزکیہ و تربیت کے ذریعہ رہنمائی اور شرعی طریقوں پر ان کے معاملات کا حل اپنی حیات کا نصب العین بنا رکھا ہے۔ جب تک صحت و ہمت رہی، مسلسل اسفار کر کے دور ونزدیک کے علاقوں میں ہزاروں سے زائد بیانات ہوئے، ساتھ ہی اہم مسائل ومعاملات میں وقیع اور مفصل فتاویٰ بھی قلم بند فرما کر اپنی فقہی بصیرت کا مظاہرہ کیا مگر افسوس ہے کہ آپ کے تحریر کئے ہوئے فتاویٰ کو نہ کسی نے نقل کیا اور نہ وہ محفوظ ہیں، راقم سطور کے پاس چند فتاویٰ موجود ہیں،

---

(۱) حضرت مولانا علاؤالدین پھلتی سے اجازت کا واقعہ خود حضرت والا دامت برکاتہم نے سنایا جو اس طرح ہے: کہ ہم نے سنا تھا کہ پھلت شریف میں موئے مبارک ہے۔ ہم اس کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے، مولانا شاہ علاؤالدین پھلتی سے ملاقات وزیارت پر معلوم ہوا کہ آپ کے پاس نہیں بلکہ قصبہ میں کسی اور صاحب کے یہاں ہے ہم لوگ ان کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے بہت افسوس کے ساتھ فرمایا کہ تھا تو مگر چند دنوں سے غائب ہے، ہم نے سوچا جب حاضری ہوئی ہے تو موئے مبارک نہ سہی جس میں تھا اسی بوتل کی زیارت کرلیں جب بوتل ہاتھ میں لیا تو موئے مبارک موجود تھا ان صاحب کو بہت خوشی ہوئی انہوں نے میرے متعلق بہت کچھ الفاظ کہے مگر حضرت والا نے ارشاد نہیں فرمایا کہ کیا جملہ انہوں نے کہا تھا۔ اس وقت شاہ علاؤالدین پھلتی نے حدیث پاک کی اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا کہ مجھے شاہ فضل رحمان گنج مرادآبادی سے ہے اور ان کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے ہے۔

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

انشاءاللہ عنقریب کسی اشاعت میں ان کو شائع کیا جائے گا۔

آپ کے جو بیانات ہوئے ہیں ان میں کچھ تحریری شکل میں مرتب ہوکر شائع ہو چکے ہیں، اور کچھ جلد ہی انشاءاللہ منظر عام پر آجائیں گے۔

تفسیر میں گیرائی

فن تفسیر میں آپ کا مطالعہ بہت گہرا اور حافظہ بہت قوی ہے بے شمار طویل احادیث مع اسناد کے نوک زبان ہیں، جن کو وعظ اور گفتگو کے دوران بڑی روانی کے ساتھ پڑھتے چلے جاتے ہیں، اصل سرمایہ تفسیر قرآن ہے، راقم سطور نے کئی مرتبہ فرماتے ہوئے سنا، فرمایا کرتے کہ ایک ملاقات پر ہمارے حضرت (حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوریؒ) نے معلوم فرمایا کہ تفسیر کے لئے کون کون سی کتابیں دیکھتے ہو، تو میں نے عرض کیا: تفسیر سے متعلق چودہ پندرہ کتابیں زیر مطالعہ ہیں اس کے علاوہ اور کئی کتابوں کا ذکر کیا، فرمایا: فرق باطلہ سے متعلق کوئی کتاب مطالعہ میں نہیں، عرض کیا نہیں، فرمایا: ان کی کتابوں کا بھی مطالعہ کرو اور آج سے تمہارا وظیفہ یہی ہے۔ تقریباً کاندھلہ میں باون سال تک روزانہ بعد نماز فجر ایک گھنٹہ تفسیر فرمایا کرتے تھے، شرکاء اور مستفدین میں عوام کے ساتھ اکثر علماء حضرات کی بھی اچھی خاصی تعداد ہوتی تھی

افسوس! کسی نے ان جواہر پاروں کو جمع نہیں کیا، اگر کچھ کیا بھی تو وہ ضائع ہوگیا، چند کیسٹیں آخری دور کی اور تفسیر کے آخری دور کی بیاض (جو راقم الحروف کی ضبط کی ہوئی ہے) موجود ہیں، ان میں سے بعض حصے کو مولانا محمد ناصر صاحب تاؤلی مرحوم (سابق مہتمم مدرسہ حکیم الامت اسارا، باغپت) نے مولانا ابوالحسن ارشد مہتمم مدرسہ کے تعاون سے ترتیب دے کر شائع کیا تھا۔ ترجمہ قرآن کا آغاز ۱۳۶۵ھ سے ہوا تھا، جو ۱۴۱۷ھ تک باقی رہا، اس طویل عرصہ میں تفسیر قرآن کے کل پانچ دور مکمل ہوئے، آخری دور بتیس سال میں مکمل ہوا اور اس موقعہ پر ایک عظیم الشان روحانی تقریب منعقد کی گئی، جس میں بہت سے صلحاء، اکابر علماء اور دیگر حضرات نے شرکت فرمائی، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ بھی اس تقریب میں تشریف فرما تھے، ان کا تأثر یہ تھا کہ: ''سینکڑوں اجتماعات میں شرکت کا موقع ملا، مگر ایسی نورانیت کہیں نظر نہیں آئی اور قرآن مجید کی نسبت پر اتنا بڑا اجتماع کہیں اور دیکھنے کو نہیں ملا۔''

بیعت وسلوک

ہمارے حضرت والا بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ سے بیعت ہوئے، ان کی وفات (رجب ۱۳۶۳ھ) کے بعد حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے مشورہ سے، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوریؒ سے بیعت ہوئے، اور آپ کی طرف سے چاروں سلسلوں میں اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔

آپ کا سلسلۂ مریدین ہزاروں سے متجاوز ہے، ستاون خلفاء آپ کی جانب سے مجاز بیعت ہوکر چاروں سلسلوں کی توسیع وترویج کرتے ہوئے مخلوق خدا کی اصلاح وتربیت میں ہمہ تن مصروف ہیں، چنانچہ اسی کا نتیجہ ہے کہ میرٹھ، مظفرنگر، گنگوہ، مرادنگر، جھنجھانہ، غازی آباد، دہلی، پانی پت، مالیرکوٹلہ، بنگلور، بمبئی، وغیرہ میں حضرت والا کی سرپرستی ونگرانی میں مجالس ذکر جاری ہیں، جس سے مخلوق خدا کو بے حد فائدہ ہورہا ہے، اور لوگ دور دراز سے شرکت کے لئے آتے ہیں، ان تاریخوں کا شدت سے انتظار رہتا ہے، سب سے پہلے یہ سلسلہ پانی پت ہریانہ میں مدرسہ گنبدان سے شروع ہوا تھا، یہ مدرسہ چھ سو سالہ قدیم عہد اسلامی کی یادگار رہے، ۱۹۴۷ء میں جہاں اور مدارس ومساجد پر زد پڑی تھی، ان میں سے ایک یہ بھی ہے، جو اغیار کے ہاتھوں میں پھنس کر اپنی شناخت کھو چکا تھا، حضرت والا دامت برکاتہم کی سعی پیہم اور جہد مسلسل کے بعد یہ اپنی اسلامی شان وشوکت پر دوبارہ لوٹ آیا، یہاں حضرت والا نے ذکر کی مجلس قائم فرما کر پانی پت اور قرب وجوار کے دیہات کو جوڑا، یہ مجلس ذکر ماہ قمری کی آخری جمعرات کو بعد نماز عصر سے عشاء تک منعقد ہوتی ہے، حضرت

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

والا دامت برکاتہم کی جب تک صحت وقوت رہی، بہت اہتمام سے پابندی کے ساتھ تشریف لے جا کر عوام کو وعظ ونصیحت سے مستفیض فرماتے رہے، یہ مجلس ذکر اب بھی چل رہی ہے، اور حضرت کے خلف اکبر اور جانشین مؤرخ اسلام مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی زیدمجدہ اپنی علمی وتحقیقی مصروفیات کے باوجود موقع بموقع تشریف لے جا کر عوام میں دینی حمیت اوراحکام اسلام پر عمل کا جذبہ پیدا کرنے والے مفیداور وقیع بیانات سے محظوظ فرماتے رہے ہیں، نیز اپنے دادا جان مدظلہ کے زندہ کردار اسلامی ماحول کوفروغ دینے اوراس کو عام وتام کرنے میں حفید محترم حضرت مولانا ابوالحسن ارشد مدظلہ (مہتمم مدرسہ اسلامیہ سلیمانیہ عیدگاہ کاندھلہ) کا نہایت تعاون ہے جو ہر موقع پر کسی بھی طرح کی قربانی سے گریز نہیں کرتے، پانی پت کے مذکورہ مدرسہ میں مجلس ذکر قائم ہونے کے تقریباً ڈیڑھ سال بعد کاندھلہ کے مدرسہ سلیمانیہ میں (یہ مدرسہ قصبہ کی خوشنما عیدگاہ سے متصل ہے) بھی مجلس ذکرشروع ہوئی ابتداء میں یہ مجلس ہر پیر کو ہوا کرتی تھی، جب اس کا سلسلہ بڑھا، عوام کے ساتھ ساتھ علماء حضرات کی بھی تشریف آوری ہونے لگی، توان کے مشورہ سے یہ مجلس ہر جمعرات کو منعقد ہونے لگی، مگر اب مہینہ میں ایک مرتبہ ماہ قمری کے دوسرے پیر میں بعد نماز عصر سے عشاء تک منعقد ہوتی ہے، شرکاء اور مشتاقین کی تقریباً ہزار بارہ سو کی تعداد ہوجاتی ہے، جو دہلی میرٹھ، غازی آباد مظفرنگر وغیرہ کے علاوہ قرب وجوار کے دیہات وقصبات سے بھی بڑی تعداد میں لوگ شریک ہوتے ہیں۔

حضرت والا دامت برکاتہم کا ایک عظیم دینی ملی اور فلاحی کارنامہ نیز صدقہ جاریہ یہ بھی ہے کہ اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوریؒ کی تعمیل ارشاد میں آپ نے بہت سے مقامات پر مدارس دینیہ اور مکاتب قرآنیہ قائم فرمائے جن میں ہزاروں مسلم بچوں کو قرآن کریم کی نعمت ملی اور عقائد کی درستگی ہوئی، حضرت والا سے راقم نے بارہا فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے حضرت نوراللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ ہریانہ پنجاب میں اگر اب بھی کوئی اللہ کا بندہ جا کر پڑ جائے تو مجھے اللہ کی ذات عالی سے قوی امید ہے کہ یہ علاقہ پہلے سے زیادہ آباد ہوجائے گا، چنانچہ آپ نے ہریانہ وپنجاب میں کئی مکاتب دینیہ قائم فرمائے جوالحمدللہ تاحال دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔اسی طرح مغربی یوپی (میرٹھ، مظفرنگر) میں بھی کئی مدارس ومکاتب قائم فرمائے۔

نکاح واولاد

آپ کا نکاح مولانا لطیف الرحمٰن بن عبدالرحمٰن کاندھلوی کی صاحبزادی بی بی رقیہ (حکیم رضی الحسن بن ظہورالحسن کی نواسی) سے، اگست ۱۹۴۶ء میں ہوا، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے نکاح پڑھایا، اس تقریب میں حضرت شاہ عبدالقادر، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی بھی موجود تھے یہ تقریب مظاہر علوم کی دفتر والی مسجد میں منعقد ہوئی، بی بی رقیہ کے بطن مبارک سے آپ کے کل آٹھ بچوں کی ولادت ہوئی، جن میں سے سات بحمداللہ حیات ہیں تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ایک صاحبزادہ کا ڈھائی سال کی عمر میں انتقال ہوگیا تھا۔

صاحبزادگان

مولانا نورالحسن راشد صاحب، مولانا ضیاء الحسن صادق، مولانا بدرالحسن اختر۔

صاحبزادیاں

(۱) محترمہ نجمہ صاحبہ: زوجہ مولانا محمد طلحہ صاحب صاحبزادہ محترم حضرت شیخ محمد زکریا کاندھلویؒ

(۲) محترمہ اسماء صاحبہ: زوجہ مولانا احترام الحسن صاحب صاحبزادہ حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلویؒ

(۳) محترمہ شیما صاحبہ: زوجہ مولانا محمد حشیم صاحب مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ۔

(۴) محترمہ صبیحہ صاحبہ: زوجہ مولانا محمد صاحب صاحبزادہ محترم حضرت مولانا مفتی محمد یحییٰ سہارنپوری

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

آپ کا سلسلۂ نسب پینتیس واسطوں سے خلیفۂ اول حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ سے ملتا ہے، سلسلۂ نسب اس طرح ہے:

حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب بن مولانا رؤف الحسن بن مولانا ضیاء الحسن بن مولانا نور الحسن بن مولانا ابوالحسن بن خاتم مثنوی مولانا روم حضرت مفتی الٰہی بخش نشاط بن مولانا محمد عرف شیخ الاسلام بن حکیم قطب الدین بن حکیم عبدالقادر بن محمد شریف بن مولانا محمد اشرف جھنجھانوی بن جمال الدین بن نور محمد عرف بابن شاہ بن قاضی بہاؤ الدین بن شیخ محمد بن قاضی کریم الدین مذکر بن امام تاج الدین مذکر بن امام حاج بن حضرت قاضی ضیاء الدین سنامی بن عمر بن عوض بن ابوجعفر محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن عمویہ بن سعد بن حسین بن قاسم بن نضر بن قاسم بن محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

مدارس ومکاتب کا قیام

آپ کی دینی خدمات کا دائرہ نہایت وسیع ہے تفسیر وتقریر اوراصلاحی دورہ کے علاوہ آپ نے اسلامی علوم اورقرآن وحدیث کی اشاعت وتبلیغ کے لئے جابجامکاتب ومدارس قائم کرکے امت کواسلامی احکام سے واقفیت کا موقع فراہم کیاہے، اس سلسلہ کا ایک ادارہ، مدرسہ قادریہ تعلیم القرآن گنبدان پانی پت ہے، جس کی ۱۹۹۶-۹۷ء میں نشأۃ ثانیہ ہوئی، ۱۹۴۷ء سے قبل علاقہ کا بڑامدرسہ سمجھا جاتا تھاجس میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نوراللہ مرقدہ اورحضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ (بانی جامعہ عربیہ ،ہتھورا باندہ) نے بھی تعلیم حاصل کی، جہاں اورمدارس ومکاتب ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ میں تباہ وبرباد ہوئے ان میں ایک یہ مدرسہ بھی تھا، جوبھنگیوں کے قبضہ میں تھا،حتی کہ مدرسہ کی مسجد میں بھی خنزیر پھرتے تھے رہنے والوں نے مدرسہ کی مسجد کے تین حصہ کررکھے تھے، دوطرف رہائشی کمرے تھے اور بیچ میں رہائش کے ساتھ ساتھ پوجاپاٹ کے لئے مورتیاں بھی رکھ دیں تھیں، حضرت والا کا جب بھی پانی پت کا سفر ہوا وہاں ضرور تشریف لے گئے ،وہاں حافظ غلام مرتضٰی حسین مجذوب کاندھلوی کا مزار مبارک ہے ،یہاں فاتحہ وغیرہ پڑھتے اور دیر تک کھڑے ہوکر دعائیں فرماتے ،یہ حضرت والا کی دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ اس جگہ کو اللہ نے دوبارہ آباد فرمایا،کثیر رقم دے کر غیروں سے آہستہ آہستہ خالی کروایا، اب الحمدللہ یہاں باقاعدہ تعلیم کا نظم ہے، جہاں تقریباً پچاس طلبہ بیرونی زیر تعلیم ہیں اور چار اساتذہ کی نگرانی میں کام ہورہاہے،اس کی پیشانی پر ایک کتبہ لگواکرآیت: فَانْظُرْ اِلٰی آثَارِ رَحْمَتِ اللّٰہِ کَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا تحریر کرائی ہے تاکہ نشاۃ ثانیہ کی طرف اشارہ ہوسکے۔

وفات

ستائیس رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ مطابق ۲؍جون ۲۰۱۹ء بروز اتوار شام پانچ بجکر پچیس منٹ پر بہ عمر سوسال چار مہینہ ۱۶؍سولہ دن اس دار فانی میں گذار کر لمبی علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہہ گئے ۔اناللہ وانا الیہ راجعون

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

دعائے مغفرت اور ایصال ثواب

ارمغان کے ایک قاری حاجی محمد نسیم اختر مال دار، ساکن نجیب آباد کا ۱۶؍رمضان کوایک مختصر علالت کے بعد انتقال ہوا،وہ دینی مدارس اور اہل مدارس سے بڑی محبت کرتے تھے۔

ارمغان کے ایک اور قدردان حاجی بشارت علی، ساکن شیر کوٹ ضلع بجنور ۲۷؍رمضان کواپنے رب کے حضور حاضر ہوگئے، مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے،اوراہل دین سے تعلق رکھتے تھے

ماہنامہ ارمغان کے مدیر کی ایک بھانجی صبا فردوس نے جوان العمری میں ۲۰؍جون کو اس جہان فانی کو الوداع کہا۔وہ محمد اکرم ندوی استاذ جامعہ صفہ علی گڑھ کی حقیقی بہن تھیں۔

ارمغان کے قارئین سے ان کے لئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی درخواست ہے۔

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

آہ! شیخ زمن افتخار الحسن

حیدر اغوانی ندوی
استاذ جامعہ ولی اللہ پُھلت

آہ ! شیخ زمن افتخار الحسن
تیری رحلت پہ ماتم کناں ہے وطن

☆

رہبر انس وجاں ،واعظ عاصیاں
نازش کن فکاں ،فخر کوہ و دمن

☆

مرشد حق بیاں، داعی لا الہ
ماہر علم و فن ،تو خدائے سخن

☆

تو سلوک و تصوف کا تھا راہ رَو
تجھ میں دکھتا تھا اسلاف کا بانکپن

☆

تیری ہستی تھی سرمایہ ٔعاشقاں
تو تھا یاد بزرگان عہد کہن

تجھ سے پاتے تھے اہل زماں روشنی
تجھ سے آباد تھا زندگی کا چمن

☆

پیکرِ استقامت تری ذات تھی
تجھ میں پنہاں تھا اس عہد کا کوہ کن

☆

تو تھا مطلوب اہل جہاں اب تلک
آج طالب ہوا تیرا چرخ کہن

☆

جو تھے ساقی ترے چشمہ علم کے
تشنہ لب رہ گئے ان کے روح وبدن

☆

خانوادہ ترا عظمتوں کا امیں
با صفا، با وفا، خوگر فکرو فن

☆

موت تیری غموں کا ہے اک سلسلہ
محوِ رنج و الم ہیں سبھی مردو زن

☆

آج حیدر بھی ہے مبتلائے الم
کیوں نہ ہو چل بسے افتخار الحسن

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلویؒ

علم وعمل سے لبریز سنہری زندگی کا اختتام

مفتی محمد عفان منصور پوری

بہت پرانی بات ہے ہمارے وطن مالوف منصور پور میں ایک شادی کی تقریب تھی، حسب دستور مقام تقریب کو آراستہ کیا گیا تھا صدر دروازے پر پر ایک بڑا گیٹ بنایا گیا تھا، بارات میں مقامی وبیرونی مہمان آچکے تھے، کھانا تیار تھا اور کچھ ہی دیر میں مجلس نکاح منعقد ہوا چاہتی تھی بس انتظار تھا اس شخصیت کا جس کو نکاح پڑھانا تھا، تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ لوگوں میں یہ خبر عام ہوئی کہ حضرت مولانا ناراض ہوکر دروازے سے ہی واپس ہوگئے، میزبان حضرات بہت پریشان ہوئے، دروازے کی طرف دوڑے اور حضرت کو راضی کرنے کی کوشش کی جانے لگی۔

یہ شخصیت تھی عارف باللہ، نمونہ اسلاف حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کی، ہمارا ابھی بچپنا تھا حضرت کی زیارت تو اس سے پہلے بھی ہو چکی تھی لیکن اس کیفیت اور جلال میں پہلی مرتبہ دیکھا تھا، آپ نے منتظمین کو سخت سرزنش کی، اسراف اور غیر ضروری سجاوٹ میں پیسہ خرچ کرنے پر بہت ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور جب تک ممکنہ حد تک قابل اعتراض چیزوں کو ہٹایا نہ گیا، آپ نے مقام تقریب میں تشریف لاکر نکاح نہ پڑھایا۔

منصور پور آپ کا بکثرت آنا جانا تھا، آپ کے نامور فرزند و جانشین حضرت مولانا نور الحسن راشد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم کا نکاح بھی منصور پور میں ہمارے رشتہ کی پھوپھی جناب سید یوسف صاحب علیہ الرحمہ کی صاحبزادی سے ہوا، مگر سبق آموز بات یہ ہے کہ منکرات پر بروقت نکیر کے سلسلہ میں آپ نے کسی طرح کی عزیز داری اور تعلقات کو حائل نہ ہونے دیا اور بغیر کسی رو رعایت کے غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کلمہ حق کو بلند کیا، یہ وہ صفت ہے جو آج کے دور میں بہت کمی کے ساتھ دیکھنے کو ملتی ہے۔

علمی استحضار

فراغت کے بعد چند سالوں تک آپ نے کاندھلہ کی جامع مسجد میں قائم "مدرسہ نصرت العلوم" میں تدریسی خدمات انجام دیں مگر اس کے بعد باضابطہ تدریسی خدمات سے آپ کنارہ کش ہوگئے، البتہ روزانہ بڑے اہتمام کے ساتھ تفسیر قرآن کریم کا سلسلہ جاری رکھا، یہ مجلس پہلے شہر کاندھلہ کی جامع مسجد میں بعد نماز فجر ہوا کرتی تھی پھر اخیر سالوں میں اپنے محلّہ کی مسجد ہی میں اس کا اہتمام فرماتے تھے، آپ کا یہ تفسیری بیان کم از کم ڈیڑھ گھنٹہ پر مشتمل ہوتا اور بڑے قیمتی نکات اور متعدد کتابوں کے مطالعہ کا خلاصہ اور نچوڑ اس میں پیش کیا جاتا، ہر ہر آیت پر سیر حاصل کلام فرماتے، بعض آیات کی تو تشریح میں کئی کئی روز صرف ہو جاتے، تقریبا باون سال مسلسل اللہ پاک نے آپ کو اپنے مقدس کلام کی اسی انداز میں خدمت کا موقع فراہم فرمایا، یہی وجہ تھی کہ آپ کا علمی استحضار غیر معمولی تھا اور حافظہ ایسا کہ لمبی لمبی عربی عبارات آسانی سے پڑھتے چلے جاتے تھے، خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے چھ ہزار حدیثیں سند ومتن کے ساتھ یاد ہیں اور یہ واقعہ ہے۔ کئی مرتبہ آپ کی مجلس وعظ میں شرکت کا موقعہ ملا تو اسلوب یہ پایا کہ حمد وصلاۃ کے بعد سند کے ساتھ حدیث پڑھتے، حوالہ ذکر فرماتے، پھر راویوں کا مختصر تعارف فرماتے، بعد ازاں جو صحابی اس روایت کے ناقل ہوتے ان کی زندگی پر روشنی ڈالتے، پھر حدیث پاک کے ہر ہر جزء کی بڑی دلنشیں انداز میں تشریح فرماتے، دار العلوم

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

دیوبند کی جامع رشید میں جلسہ غلہ اسکیم کے موقعہ پر آپ کی بصیرت افروز و قیع علمی اور اصلاحی تقریر آج تک یاد کی جاتی ہے اور آئندہ بھی یاد کی جاتی رہے گی۔

عملیات میں بھی آپ کو ید طولی حاصل تھا، نہ جانے کتنے پریشان حال لوگوں کی زندگیوں میں اللہ پاک نے خوشی کے دیئے آپ کے ذریعہ جلوائے، لا پتہ افراد، گمشدہ سامان، آسیب زدہ اور مسحورین کے لئے آپ کے تعویذ بڑے زود اثر ہوا کرتے تھے، صبح سے شام تک لوگوں کا تانتا بندھا رہتا اور آپ کی ذات سب کے لئے تسلی کا سامان بنتی۔

آپ علم وعمل کا حسین سنگم اور تقوی و پارسائی میں اپنے پیش رو اکابرین کا حقیقی نمونہ تھے، بلا امتیاز مذہب وملت خلق خدا آپ سے فیض یاب ہوتی تھی، تدیّن اور جذبہ اتباع سنت کی بناء پر آپ کو اپنے مرشد کامل حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہ کی جانب سے ''صوفی جی'' کا لقب ملا تھا، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی آپ بیتی میں جا بجا صوفی افتخار کے نام سے آپ کا تذکرہ کیا ہے۔

سو سالہ عمر طویل اور اس کے ساتھ حسن عمل وہ سعادت ہے، جس کے حامل کو زبان رسالت سے خیریت کی بشارت وخوشخبری سنائی گئی ھے، کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "خیر کم من طال عمرہ و حسن عملہ"

حضرت مولانا مرحوم قریبا ایک صدی پر محیط اپنی ہمہ جہت دینی خدمات کے پیش نظر اس بشارت کے یقینی مصداق ہیں، باری تعالی آپ کی قبر کو بقعہ نور بنائے اور جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے۔

☆ ☆ ☆

نذرانہ عقیدت

اس زمیں پر تھے جیسے وہ شمس و قمر
افتخار الحسن افتخار الحسن
راہ دشوار پر بھی چلے بے خطر
افتخار الحسن افتخار الحسن

کوئی زردار ہو یا بھکاری کوئی
در سے خالی نہ لوٹا سوالی کوئی
آپ ہر اک بشر سے ملے بے ضرر
افتخار الحسن افتخار الحسن

راہ بھٹکے ہوؤں کو دکھاتے رہے
جام حق ہر بشر کو پلاتے رہے
عہد ظلمت میں تھے آپ ہی راہبر
افتخار الحسن افتخار الحسن

یاد کرتے رہیں گے سدا آپ کو
کس طرح بھول پائیں گے ہم آپ کو
آپ تھے دھوپ میں اک گھنیرے شجر
افتخار الحسن افتخار الحسن

دور حاضر میں تھے عظمتوں کا نشاں
ظلمتوں کی تپش میں حسیں سائباں
ہادیِ راہزن، رہبر خوب تر
افتخار الحسن افتخار الحسن

سر زمینِ پھلت سے رہا رابطہ
شہ ولی کے گھرانے سے تھا واسطہ
تھے وہ حمّاد الفت کے پیغامبر
افتخار الحسن افتخار الحسن

جناب عبد الرب حماد پُھلتی

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

بقیۃ السلف حضرت مفتی افتخار الحسن صاحب کاندھلویؒ

حیات وخدمات

ڈاکٹر مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی قاضی شریعت دار القضاء' پھلت مظفرنگر

۲۷ رمضان المبارک کی نماز عصر کے بعد حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن کاندھلوی رحمہ اللہ کی وفات کی خبر ملی اور تصدیق کرتے کرتے ہی یہ خبر بجلی کی طرح نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ملک پھیل گئی، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اس خبر سے ہر کوئی صدمہ میں آگیا اس لئے کہ آپ کی شخصیت سے ہر خاص و عام متعارف تھا۔آپ کے فیض کا کوئی منکر نہیں ہوسکتا، اگر چہ آپ ایک طویل مدت سے کبر سنی کی بنا پر اسفار بھی بند کر چکے تھے اور ملاقات کا سلسلہ بھی پہلے کی طرح جاری نہیں رہا تھا لیکن آپ کے وجود کو ہر کوئی اپنے لئے ایک شجر سایہ دار کی مانند محسوس کرتا تھا۔

ولادت باسعادت

آپ کی پیدائش 10 جمادی الأولی 1340ھ مطابق 10 جنوری 1920 کو کاندھلہ میں ہوئی۔

شجرۂ نسب

آپ کا سلسلہ نسب سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اور آپ کے مورث اعلی حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ ہیں۔آپ کا شجرہ نسب کچھ اس طرح سے ہے: افتخار الحسن ابن رؤف الحسن ابن ضیاء الحسن ابن محمد صادق ابن نور الحسن ابن ابوالحسن ابن مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہم۔

خاندانی پس منظر

آپ کا تعلق مشائخ کاندھلہ کے اس خانوادہ سے تھا کہ جس میں ہر دور میں علماء، صلحاء، اہل اللہ تسلسل کے ساتھ پیدا ہوتے رہے۔آپ کے والد مولانا رؤف الحسن صاحب نے یکے بعد دیگرے دو شادیاں کیں جس سے کل پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں تولد ہوئے، پہلی اہلیہ سے مولانا نجم الحسن و مولانا احتشام الحسن (خلیفہ و رفیق خاص بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ) اور تیسرے حکیم قمر الحسن۔تین صاحبزادیاں جویریہ خاتون (زوجہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب بانی تبلیغ) و امۃ المتین خاتون (زوجہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنی) وامۃ الدیان خاتون (زوجہ مولوی ظہیر الحسن شہید) اور دوسری اہلیہ سے حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب و حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن صاحبؒ۔اس اعتبار سے آپ کو بانی تبلیغ مولانا الیاس اور حضرت شیخ زکریا صاحب کے برادر نسبتی ہونے کی نسبت حاصل ہے۔

تعلیم سے فراغت

آپ نے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور سے 1948 میں فراغت حاصل کی۔

اصلاحی تعلق وخلافت

مفتی صاحب نے وقت کے بڑے بزرگ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے اصلاحی رشتہ جوڑا اور تزکیۂ باطن کیا، چنانچہ 1947 میں آپ کو حضرت اقدس مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری نور اللہ مرقدہ نے اجازت وخلافت سے نوازا،مفتی صاحب کے طرز زندگی کو دیکھتے ہوئے ان کے شیخ اور روحانی مرشد حضرت رائے پوریؒ نے انہیں محبت سے ''صوفی جی'' کا لقب دیا تھا، جس کا بہت سی جگہوں پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے صوفی افتخار کے نام سے اپنی آپ بیتی میں بھی تذکرہ کیا ہے۔جبکہ عوام الناس میں آپ مفتی افتخار الحسن کی حیثیت

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

سے جانے پہچانے جاتے تھے۔

خلفاء و مجازین

حضرت مفتی صاحب سے ایک بڑی تعداد نے اصلاح نفس اور تزکیۂ باطن کے لئے تعلق قائم کیا، اس میدان میں بھی آپ کی بڑی مقبولیت تھی، اس لئے لوگ آپ سے رجوع کرتے تھے، آپ کے خلفاء کی تعداد 50 سے زائد ہے جس میں حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رائے پوری (سابق ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور) حضرت مولانا محمد کامل صاحب رحمہ اللہ (گڑھی دولت) حضرت مولانا زبیرالحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہ اور مولانا محمد شعبان بستوی صاحب شامل ہیں اور آپ کے بڑے صاحب زادے حضرت مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی آپ کے جانشین ہیں۔

درس قرآن کریم

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور سے فراغت کے بعد آپ نے مدرسہ نصرت العلوم جامع مسجد کاندھلہ میں تدریسی خدمات انجام دیں کچھ عرصہ کے بعد مدرسہ سے علیحدی اختیار کرلی البتہ مسجد ہی میں نماز فجر کے بعد درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا اور گھر ہی بیعت وارشاد اور تعلیم وتعلم کا سلسلہ جاری کیا، تشنگان علوم نبوت آپ کی خدمت میں آتے اور علمی سیرابی حاصل کرتے، آپ کے پاس قیام کرتے اور استفادہ کر کے رخصت ہوتے، حضرت مفتی صاحب کی پہچان ایک عظیم مفسر قرآن کی تھی، یہ سلسلہ لمبے عرصہ تک شہر کی جامع مسجد ہی میں جاری رہا اخیر عمر میں اپنے گھر کے قریب چھوٹی مسجد میں نماز فجر کے بعد یہ سلسلہ جاری رکھا، جو قریب ۵۵ سالوں تک جاری رہا۔ روزانہ ایک ڈیڑھ گھنٹے تفسیر کی جاتی جس میں مقامی باشندوں کے علاوہ دور دراز سے سائیکلوں کا سفر کر کے لوگ شرکت کرتے تھے۔

حضرت مفتی صاحب درس کے دوران قرآنی آیات کا مالہ و ماعلیہ اور تذکیری پہلوؤں کو ذکر فرماتے، حسب ضرورت فنی مباحث پر بھی گفتگو فرماتے، کبھی کبھی ایک ایک آیت پر علم کا جو دریا بہنا شروع ہوتا تو اس کو مکمل کرنے میں کئی کئی دن لگ جاتے تھے، سورۃ بقرہ کی صرف ایک آیت **وإذ قال ربک للملائکة إني جاعل في الأرض خلیفه** کی تفسیر کا نامکمل مواد کتابی شکل میں منظر عام پر آچکا ہے، وہ بھی صرف 9 دن کی تقریر ہے، حالانکہ آپ نے اس آیت پر کم وبیش 45 دن تک کلام فرمایا تھا، اس کتاب کا نام تقاریر تفسیر قرآن مجید ہے۔ کاش کہ ان کی حفاظت کے انتظامات کئے جاتے تو علمی دنیا میں ایک گرانقدر اضافہ ہوتا۔ حضرت مفتی صاحب کی یہ قرآنی مجالس بڑی بابرکت ہوتی تھیں۔

نصف صدی پر محیط درس قرآن کا یہ سلسلہ غالباً 1992 یا 1993 تک جاری رہا، جس میں 5 دور مکمل فرمائے۔ قرآن کریم کی عظمت اور اس کے احترام کے پیش نظر جب حضرت مفتی صاحب کی تفسیر کا آخری ختم ہوا تو ایک عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا جس میں ایک جم غفیر نے شرکت کی اور کاندھلہ کی وسیع وعریض تاریخی عیدگاہ بھر گئی جس میں بڑے بڑے علماء شریک ہوئے، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے شرکت فرمائی، حضرت مولاناؒ نے اپنی آپ بیتی میں اس نورانی مجلس کا تذکرہ کیا ہے اور بلیغ الفاظ میں اس کو یاد کیا ہے۔

پھلت اور اہل پھلت سے حضرت مفتی صاحبؒ کا تعلق

حضرت مولانا علاء الدین پھلتیؒ جب پاکستان منتقل ہو گئے تو پھلت کے مدرسہ کی دیکھ بھال کا مسئلہ سامنے آیا، اس سلسلہ میں میٹنگ ہوئی کہ کس طرح سے اس کے نظم کو بہتر طور پر چلایا جائے تو ایک وفد یہاں پھلت سے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ ان سے درخواست کی جائے وہ کسی بہترین مدرس کا نظم کریں جو مدرسہ کا نظم بھی سنبھالے اور تدریسی خدمات بھی انجام دینے کے اہل ہوں، تو آپ نے حضرت مولانا احترام الحسن کاندھلویؒ کو متعین کر کے بھیج دیا، جنہوں نے ایک عرصہ تک مدرسہ کا نظم بھی سنبھالا اور تدریسی

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

خدمات بھی انجام دیں،ان دنوں مولانا کی والدہ محترمہ بھی پھلت ہی میں قیام پذیر تھیں،۱۹۷۱ء کے قریب کچھ حالات اس طرح بنے کہ مولانا واپس کاندھلہ چلے گئے،لیکن بعد میں ضرورت محسوس کی گئی تو ایک وفد حضرت مفتی افتخار الحسن صاحبؒ کی خدمت میں بھیجا گیا جس میں حکیم ظہیر مرحوم،حاجی محمد عارف مرحوم،حافظ عبد الولی اور حاجی محمد وکیل صدیقی مرحوم شریک تھے،اوران حضرات کے ساتھ حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب بھی شریک سفر ہوئے کیونکہ آپ حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے تو ان حضرات نے ساتھ میں لے لیا،جب کہ اس وقت مولانا کی عمر بھی زیادہ نہیں تھی،چنانچہ حضرت کی خدمت میں اس وفد نے حاضری دی اور درخواست پیش کی تو حضرت نے پھلت کی نسبت سے اور پھلت کے ادارہ کی بہتری کے لئے حضرت مولانا احترام الحسن کاندھلویؒ کو دوبارہ پھلت میں خدمات انجام دینے کے لئے راضی کرلیا،اس طرح سے حضرت نے اپنے تعلق کا ثبوت دیا تاکہ پھلت کے مدرسہ کو بہتر طور پر چلایا جاسکے،چنانچہ مولانا احترام الحسن صاحب نے اس مدرسہ کی ذمہ داری سنبھالی اور یہاں حفظ کے طلباء کو درس دیا۔

پھلت سے حضرت مفتی صاحب کو کافی لگاؤ تھا جس کا سبب اور وجہ کشش پھلت کی اپنی عظیم الشان تاریخ اور بزرگوں کے مدفن کے ساتھ ساتھ پھلت میں حضرت شاہ اہل اللہ پھلتیؒ کے تبرکات تھے جن کی زیارت کے لئے بھی تشریف لاتے رہتے تھے ،پھلت کی جامع مسجد میں اجلاس عام ہوا تو اس میں بھی خصوصیت سے مفتی صاحب کو مدعو کیا گیا اور وہ تشریف لائے پھر مدرسہ فیض الاسلام میں اجلاس عام بلایا گیا اس پروگرام میں جبال علم،ملک کے نامور علماء کرام نے شرکت کی جن میں حضرت مولانا ذاکر حسن عبیدی پھلتی بنگلور سے تشریف لائے،مولانا سید حفظ الکبیرؒ جلال آبادی،مفتی مظفر حسینؒ سہارنپور،مولانا انظر شاہ کشمیریؒ دیوبند شریک رہے،تو اس میں نہ صرف یہ کہ حضرت مفتی صاحب نے شرکت فرمائی بلکہ لمبا خطاب بھی کیا،مفتی صاحب کا خاص انداز خطابت یہ تھا کہ لمبی لمبی حدیثیں متن کے ساتھ عربی زبان میں پڑھتے اور عوام اس سے محظوظ ہوتے تھے۔آپ کے حفظ حدیث اور خاص کر لب ولہجہ اور عربی متن پڑھنے کے انداز سے اہل پھلت خوب محظوظ ہوتے جس کے چرچے یہاں سننے کو ملتے رہتے ہیں۔

ملاقات پر اہل پھلت سے خصوصیت سے فرماتے کہ ہمارے دو یاڑی (دوست) ہیں پھلت میں ایک مولانا برہان الدین اور دوسرے نواب لیاقت علی (جن کی تحویل میں حضرت شاہ صاحب کے تبرکات تھے) ان دونوں حضرات سے بہت زیادہ تعلق فرماتے تھے۔حضرت مفتی صاحب کا میدان عمل تعویذات سے بھی وابستہ تھا اس نسبت سے حضرت مولانا برہان الدین پھلتی کے پاس تشریف لاتے رہتے تھے اوران ہی کے پاس قیام بھی فرماتے تھے،کئی مرتبہ پھلت تشریف آوری ہوئی اور پھلت کی جامع مسجد میں نماز جمعہ بھی پڑھائی،آخری مرتبہ مولانا برہان الدین صاحب کے انتقال پر ان کے بھتیجے مولانا حکیم رضی الدین احمد پھلتی سے تعزیت کے لئے پھلت تشریف لائے تھے۔

ہندوستان میں سلسلہ سند حدیث مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث پھلتی ثم دہلوی کے بہت سے طرق ہیں جن میں ایک سلسلہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کا ہے جو ہندوستان میں قریب ترین تصور کیا جاتا ہے،حضرت مفتی صاحب اس سلسلہ سے وابستگی کے لئے پھلت تشریف لائے اور حضرت مولانا علاء الدین پھلتیؒ سے حدیث کی اجازت حاصل کی ،جس کے واسطے اس طرح ہیں:مفتی افتخار الحسن کاندھلویؒ،مولانا علاء الدین پھلتیؒ،مولانا نور الحق ٹونکیؒ،مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ،حضرت شاہ عبدالعزیزؒ،حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ۔

داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب سے حضرت مفتی صاحب بہت محبت کا معاملہ فرماتے تھے ایک مرتبہ

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

کاندھلہ میں ایک اجلاس کے موقع پر حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب کے ہمراہ مفتی صاحبؒ کی خدمت میں حاضری شرف حاصل ہوا تو دیکھا کہ کس انداز محبت سے حضرت مفتی صاحبؒ پیش آئے اور پیرانہ سالی کے باوجود اکرام کا معاملہ فرمایا، گفتگو کی، دعائیں دیں، اسی طرح ایک مرتبہ پھلت تشریف لائے، تو جامعہ کے ذمہ داران نے درخواست کی حضرت جامعہ میں تھوڑی دیر کے لئے تشریف لے چلئے تو فرمایا کہ ابھی مجھے عجلت ہے کہیں ضروری جانا ہے لیکن میں مولانا سے ملاقات کروں گا چنانچہ حضرت مولانا کلیم صدیقی صاحب ان کے انتظار میں گھر سے باہر تشریف لائے اور حضرت مفتی صاحب نے گاڑی میں بیٹھے بیٹھے ملاقات فرمائی۔

راقم الحروف کو کئی مرتبہ کاندھلہ میں حضرت مفتی صاحبؒ ہی کے دولت کدہ پر زیارت وملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ ۲۱ مئی ۲۰۱۱ء روز اتوار کو راقم کے برادر معظم سعود احمد کا نکاح حضرت مفتی صاحبؒ نے پڑھایا اس کے بعد ہمارے جو اعزاء واقرباء وہاں موجود تھے ان سے مصافحہ وملاقاتیں ہوئیں، تو حضرت مفتی صاحبؒ نے مولانا علاء الدین صاحب پھلتیؒ سے اپنے تعلق کا اظہار فرمایا اور اسی کی بابت کچھ باتیں فرمائیں، کاش کہ انہیں اسی وقت محفوظ کرلیا ہوتا! اسی طرح حضرت مولانا حسین احمد کاندھلویؒ (سابق امام وخطیب پھونس والی مسجد بڑوت) کے انتقال پر ہمارے بڑے بھائیوں کو تجہیز وتکفین کی سعادت حاصل ہوئی حضرت مفتی صاحبؒ غسلِ جنازہ کے وقت وہیل چیئر سے تشریف لائے اور معلوم کیا کہ بھئی کہاں سے ہو؟ جواب دیا گیا کہ حضرت ہمارا تعلق پھلت سے ہے تو خادم سے فرمایا کہ بھئی چلو یہ پھلت والے ہیں ہمیں اطمینان ہے اب ضرورت نہیں۔

مناصب و عہدے

حضرت مفتی صاحب نے ساری عمر درس قرآن، سالکین کی تربیت، شریعت کے سلسلہ میں رہنمائی اور عملیات کے ذریعہ خدمت خلق میں صرف فرمائی، اسی لئے سالکین کے لئے اور مسائل شرعی کے حل میں نہ صرف عوام بلکہ علماء کے لئے بھی مرجع کی حیثیت رکھتے تھے، ملک کے بڑے ادارے اور تنظیمیں آپ سے تعلق کو اپنے لئے سعادت جانتے تھے، اسی لئے آپ ایک طویل عرصہ سے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی مجلس شوریٰ کے رکن تھے اور تاحیات باقی رہے۔

دینی ودعوتی اسفار

مرادآباد، دہلی، میرٹھ، مظفرنگر، بلندشہر نیز ہریانہ و پنجاب میں آپ کے بے شمار دینی ودعوتی اسفار ہوتے تھے، سالکین کی تربیت، مساجد کی واگزاری، شرعی مسائل کا حل، سماج و معاشرہ میں پھیلی ہوئی بدعات وخرافات اور ان کے خاتمہ کے لئے کی جانے والی کوششوں کی خاطر آپ کے یہ اسفار ملک کے بیشتر مقامات پر ہوتے رہتے تھے۔

اولاد واحفاد

آپ کی کل 7 اولاد ہیں تین صاحب زادگان جن میں عظیم مؤرخ مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی جو کہ جانشین بھی ہیں، مولانا ضیاءالحسن اور مولانا بدرالحسن اور چار صاحب زادیاں ہیں۔

مرض الوفات اور انتقال پرملال

حضرت مفتی صاحب یوں تو کئی سالوں سے صاحب فراش تھے البتہ وقتاً فوقتاً آنے والوں سے مصافحہ کا موقع عنایت فرماتے رہتے تھے، اب آخری ایک ہفتہ سے پیشاب بند تھا کھانا پینا سب چھوٹ گیا تھا، 27 رمضان المبارک 1440 مطابق 2 جون 2019 بروز اتوار صبح فجر بعد سے طبیعت زیادہ خراب تھی، شام 5 بجکر 40 منٹ پر آب زمزم کے چند قطرے منہ میں ڈالے گئے، خون کی الٹی ہوئی اور اسی دوران روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی، نماز جنازہ پیر کی صبح 8 بجے عیدگاہ کاندھلہ میں ادا کی گئی اور خاندانی قبرستان میں سپرد خاک کئے گئے، نماز جنازہ میں شدید گرمی اور رمضان کے روزہ کے باوجود ایک جم غفیر نے شرکت کی، نماز جنازہ مولانا سعد احمد کاندھلوی نے پڑھائی۔

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلویؒ کے
کچھ سبق آموز واقعات

مفتی محمد اطہر شمسی
القرآن اکیڈمی کیرانہ ضلع شاملی

مؤرخہ 2/جون 2019ء بوقت چھ بجے اچانک معلوم ہوا کہ حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی نوراللہ مرقدہ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، اللہ رب العزت حضرت والا کو غریق رحمت فرمائے، بندہ ذرا دور تھا، اس لیے رات گیارہ بجے تک ہی کاندھلہ پہنچ پایا، اس خبر کے ساتھ زندگی کے گزشتہ تیس سال میرے ذہن و دماغ پر چھا گئے، حضرت والا کے ساتھ چوتھائی صدی سے بھی زیادہ کا میرا تعلق بار بار ماضی کے جھروکوں سے آوازیں دینے لگا، ان کی یادیں ان کی باتیں رہ رہ کر ایک ٹیس مارنے لگیں۔

راقم الحروف نے شعور کی آنکھیں کھولنا شروع کیں تو گھر میں جس شخصیت کا سب سے زیادہ تذکرہ پایا وہ حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی نوراللہ مرقدہ تھے، میری عمر چار پانچ برس رہی ہوگی تب سے حضرت مولانا کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، در اصل میرے والد محترم حافظ محمد اسلم صاحب حضرت والا کے نہایت درجہ قریبی مریدین میں سے ہیں، میرے والد محترم ان لوگوں میں سے ہیں جنھیں حضرت والا کی بے پناہ توجہات، اور تعلق خاص حاصل رہا، خاص طور پر حضرت والا کے گھرانہ میں ہونے والی کوئی بھی تقریب، یا باہر سے آنے والے کسی خاص مہمان کا استقبال میرے والد محترم کی موجودگی کے بغیر ممکن نہیں ہوتا تھا۔ اس وقت راقم الحروف حضرت والا کے گھر جاتا اور بچوں کے ساتھ کھیل کود کیا کرتا تھا. برادرم احمد ہاشمی میرے اسی وقت کے دوستوں میں ہیں۔

حضرت والا کی پہلی خصوصیت جس نے مجھے سن طفولیت میں ہی متاثر کیا وہ بچوں سے آپ کا پیار تھا، ہم حضرت والا کو پیار سے دادا ابا کہا کرتے تھے، راقم الحروف کو حضرت والا کے ساتھ متعدد اسفار کا موقع بھی ملا، ایک بار بندہ سرہند کے سفر میں حضرت والا کے ساتھ تھا، اس موقع پر حضرت والا نے سرزمین ہریانہ و پنجاب کے متعلق مختلف تاریخی واقعات بیان کئے، زیادہ تو کچھ یاد نہیں مگر کم عمری میں ہی ان واقعات نے میرے اندر تاریخ کو جاننے اور پھر وسیع تر معنوں میں دوسرے مضامین کے مطالعہ کا شوق پیدا کر دیا، اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اہل علم کی صحبت بچہ کی زندگی کو کس طرح متاثر کرتی ہے، حضرت والا کے ساتھ بندہ کے اس سفر کو ایک ایجوکیشنل ٹور سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے، ضرورت ہے کہ مدارس میں تعلیمی ٹور کے اس تجربہ سے بھی فائدہ اٹھایا جائے۔

بچپن سے ہی حضرت والا کے یہاں جو چیز مجھے بے حد متاثر کرتی تھی وہ حضرت والا کی لائبریری تھی، میں ان کتابوں کی اہمیت اور معنویت سے تو واقف نہ تھا مگر دل میں مطالعہ کی امنگیں انگڑائی لینی شروع کر دیتی تھیں، اس طرح حضرت والا کی صحبت نے میرے اندر مطالعہ کا ذوق پیدا کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا، اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بچوں میں اعلی علمی ذوق پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وقتاً فوقتاً انھیں لائبریری بھی لے جایا جائے، حضرت والا جو واقعات زبانی طور پر اپنی مجلس میں بیان فرماتے، آہستہ آہستہ میں ان واقعات کو کتابوں میں بھی تلاش کرنے لگا، بارہا حضرت والا نے متعدد کتب بھی عنایت فرمائیں۔

بعض اوقات بندہ حضرت والا سے استفسار کرتا تو حضرت والا کے جواب سے معلوم ہوتا کہ فقہ و فتاویٰ کی لمبی لمبی عبارتیں حضرت والا کو ازبر ہیں، میری عمر کوئی پندرہ برس رہی ہوگی، ایک مجلس میں حضرت والا نے سوال فرمایا: **أيّ لحيه يجوز قطعها** (کون سی داڑھی کا کاٹنا جائز ہے) میں نے برجستہ جواب دیا: لحیہ

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

المرأۃ (عورت کی داڑھی) حضرت والا جواب سن کر بے حد مسرور ہوئے، میری دونوں بہنوں کا نکاح حضرت والا نے پڑھایا، اس موقع پر حضرت والا نے جو چیزیں دونوں بہنوں کو تحفتاً دیں ان میں مصلیٰ لازماً شامل تھا، نکاح کے موقع پر جائے نماز کا تحفہ جہاں اپنے آپ میں ایک بڑی نصیحت ہے وہیں اس سے اس بات کا اندازہ بھی ہوتا ہے کہ تحفہ دینے والا شخص کس نفسیات کا حامل انسان تھا، نکاح کے وقت میں جائے نماز دراصل اس بات کی تلقین ہے کہ خوشی اور مسرت کے موقع پر بھی اس ذات کو نہ بھولا جائے جس نے یہ خوشی عطا کی ہے، حضرت والا کا یہ واقعہ ہمیں بتاتا ہے کہ تحفہ دیتے وقت ہمیں کس طرح کی چیزوں کا انتخاب کرنا چاہیے۔

میری چھوٹی بہن شیمہ جو کہ اب اس دنیا میں موجود نہیں ہے کے نکاح کے موقع پر ایک عجیب صورت ہوئی، یہ گیارہ فروری 2008 کی بات ہے، میرے والد محترم اور تایا جان کے درمیان کچھ ناراضگی تھی، چنانچہ تایا جان محمد اکرم شیمہ کے نکاح میں موجود نہ تھے، حضرت والا نکاح پڑھانے کے لئے تشریف لائے تو مسجد کے باہر کرسی بچھا کر بیٹھ گئے اور اس وقت تک نکاح نہیں پڑھایا جب تک کہ تایا جان نکاح میں شریک نہ ہوگئے اور دونوں کی شکایات دور نہ ہوگئیں، اس رویہ کا پیغام بالکل صاف تھا کہ گھر کی کوئی خوشی اسی وقت خوشی ہے جب کہ اس میں سے شکوہ شکایتوں کو نکال کر باہر پھینک دیا گیا ہو، آج ضرورت اس بات کی ہے کہ گھر اور سماج کے ذمہ دار لوگ کسی بھی تقریب کے موقع پر وہی رول ادا کریں جو حضرت والا نے اس موقع پر ادا فرمایا، سماج کے بکھرتے تانے بانے کو بچانے کا اس سے بہتر کوئی راستہ نہیں۔

حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی قدس سرہ نے ایک بار مسجد گنبدان پانی پت میں ماہانہ اجتماع کا سلسلہ شروع فرمایا، اس اجتماع میں حضرت والا کا بیان بھی ہوتا اور ذکر کا اہتمام بھی، مسجد گنبدان دراصل ایک مسجد ہے جو حادثہ تقسیم وطن کے بعد غیر مسلموں کے قبضہ میں تھی، حضرت مولانا کی خاموش کوششوں سے یہ مسجد غیر مسلموں کے قبضہ سے آزاد ہوگئی، میں نے اپنی نوعمری میں ہی اس واقعہ کا تقابل بابری مسجد کے واقعہ سے کرنا شروع کیا، میں بار بار سوچتا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ مسجد گنبدان کو واگزار کرانے کی کوشش مکمل طور پر کامیاب ہوئی اور بابری مسجد کے لئے کی گئی تمام کوششیں مکمل طور پر ناکام، میں غور وفکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ مسجد گنبدان کو واگزار کرانے کے لئے حضرت مولانا نے جو کوششیں کیں وہ مقامی سطح پر نہایت غیر سیاسی انداز میں کی گئیں، اس کے لئے کوئی قومی سیاسی تحریک چھیڑی گئی اور نہ ہی کوئی احتجاج کیا گیا، صرف قابض افراد سے گفت وشنید ہوئی اور پھر لین دین، نتیجہ آپ کے سامنے ہے، جبکہ بابری مسجد کا معاملہ بالکل برعکس تھا اس کے لئے ایک قومی تحریک چلائی گئی جو کہ جلسوں اور دھرنوں کے سیاسی انداز پر تھی، اس کے نتیجہ میں بابری مسجد کا کیس فریق ثانی کی انا کا کیس بن گیا، دونوں واقعات کے تقابل سے اندازہ ہوا کہ ملی مسائل کے حل کے لئے "سیاسی رہنما" کے بالمقابل ایک "صوفی" کا طریقہ کار زیادہ نتیجہ خیز ہے، حضرت مولانا کا یہ فارمولا اس لائق ہے کہ مودی دور کے ہندوستان میں مسلمانوں کے ملی مسائل کو حل کرنے کے لئے اس فارمولا کو بار بار استعمال کیا جائے

حضرت والا کا سلسلہ درس قرآن اب بہت اچھی طرح تو یاد نہیں مگر اس درس کی کچھ علمی گفتگو بندہ کو ابھی تک یاد ہے، ان دروس کا اثر میری شخصیت پر یہ ہوا کہ بچپن سے ہی قرآن فہمی کا جذبہ میرے لاشعور میں پیوست ہوگیا۔ یہ جذبہ آگے چل کر ایک شعوری ذوق میں تبدیل ہوا، آج القرآن اکیڈمی کیرانہ اسی ذوق کا نتیجہ ہے جس کی بنیاد حضرت مولانا نے تیس سال پہلے میرے لاشعور میں ڈالی تھی، بچپن سے ہی میرا یہ خیال رہا کہ حضرت والا ایک ایسی شخصیت ہیں جو علم کے لیے وقف ہیں، آج حضرت والا تو اگرچہ ہمارے درمیان نہیں ہیں مگر آپ کی زندگی ہمیں بار بار یہ سبق دے رہی ہے کہ اہل علم کو بہترین خراج عقیدت یہ ہے کہ تم حصولِ علم کا سفر مزید شدت کے ساتھ جاری رکھو۔

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

چند ارشادات وملفوظات

افتخار الاولیاء حضرت اقدس الحاج
مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہ

مولانا محمد شعبان بستوی
خادم خاص وخلیفہ ومجاز حضرت مفتی صاحبؒ

غیبت زنا سے بدتر ہے

ارشادفرمایا: کہ غیبت بھی بہت بری عادت ہے ،اس کو حدیث پاک میں زنا سے بدتر فرمایا گیا ہے:

اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا (مشکوۃ المصابیح ص:۴۱۵)

اور آج کل اگر کسی سے کہا جائے ، کہ بھائی ایسا مت کرو، تو کہتا ہے ، کہ جی میں تو حقیقت بتلا رہا ہوں ، بھائی یہی تو غیبت ہے ، اگر حقیقت نہیں تو یہ بہتان ہے۔

مرنے والے کا برائی سے تذکرہ نہ کرو

ارشادفرمایا: کہ حدیث پاک میں آتا ہے، کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کسی جنازہ کے ساتھ تشریف لے جارہے تھے، کچھ لوگ مرنے والے کے بارے میں بات چیت کررہے تھے، کہ کیسا اچھا آدمی تھا، ہم اس کی برکت سے محروم ہوگئے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وَجَبَتْ'' صحابہ نے عرض کیا: وَمَا وَجَبَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فرمایا: ''جنت''

ایک مرتبہ اور کسی جنازہ کے ساتھ تشریف لے جارہے تھے، تو لوگ اس جانے والی کی برائی کررہے تھے، آپ نے فرمایا: ''وجبت'' صحابہ نے عرض کیا: ''وما وجبت یارسول اللہ'' فرمایا: ''جہنم'' فرمایا کہ: واذکروا محاسن موتاکم مرنے والے کی برائی کا تذکرہ نہ کرو، بھلائی کا ذکر کرو، اس لئے کہ جانے والے کے تم گواہ ہو، جیسی گواہی دوگے، ویسے ہی معاملہ فرمایا جائے گا۔ (رواہ ابوداؤد باب النبی عن سب الموتی)

جھوٹ برائیوں کی جڑ ہے

ارشادفرمایا: کہ جھوٹ بولنا بہت بری خصلت ہے، ساری برائیوں کی جڑ ہے، ایک صحابی حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا: کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے اندر چار برائیاں ہیں ان برائیوں کو ایک دم نہیں چھوڑسکتا، دھیرے دھیرے چھٹ جائیں گی، ان میں سے صرف ایک چھوڑ سکتا ہوں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹ بولنا چھوڑ دو، مگر آج لوگوں نے جھوٹ بولنے کو سیاست سمجھ رکھا ہے، کہ دیکھا ہم نے اُلّو بنادیا حالانکہ خود اُلّو ہیں۔

حدیث پاک میں ہے: امام بغوی نے اپنی تفسیر معالم التنزیل میں ایک روایت اپنی سند سے نقل کی ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا، کہ ایمان والا زنا کرسکتا ہے؟ فرمایا: ہاں! عرض کیا شراب پی سکتا ہے؟ فرمایا: ہاں! عرض کیا چوری کرسکتا ہے؟ فرمایا ہاں! عرض کیا: جھوٹ بول سکتا ہے؟ فرمایا: نہیں ،مومن جھوٹ نہیں بول سکتا، دیکھو زنا کرنا شراب پینا چوری کرنا یہ بھی بری خصلتیں ہیں، مگر ان کے بارے میں فرمایا: کہ مومن کرسکتا ہے، جھوٹ کے بارے میں فرمایا: کہ ایمان والا جھوٹ نہیں بول سکتا، آج ہمارا یہ حال ہے کہ عدالت میں جھوٹی گواہیاں دے رہے اور جھوٹ بولنے کے پیسے بھی لے رہے ہیں، کسی کے خلاف گواہی دلوالو، اللہ خیر کا معاملہ کرے معلوم نہیں اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔

ہمارے اوپر ہی سب کا حق ہے

ارشادفرمایا: کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ [ولادت: ۱۳۰۳ھ/ وفات: رجب ۱۳۶۳ھ] فرمایا کرتے تھے، کہ اگر آدمی یہ سوچ لے کہ میرا کسی پر حق نہیں اور میرے اوپر سب ہی کا حق ہے، حتی کہ راہ چلتے مسافر کا بھی حق ہے، تو ساری عدالتیں اور کچہریاں بند ہوجائیں گی۔

حضرت مجدد الف ثانی اور جذبۂ اتباع سنت

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

ارشادفرمایا: کہ حضرت مجدد الف ثانی نوراللہ مرقدہٗ کو اتباع سنت کا اتنا اہتمام تھا، کہ خلاف سنت کوئی کام نہیں کرتے تھے، کبھی ان سے خلاف سنت کوئی کام نہیں ہوا، ایک مرتبہ بے ہوشی طاری ہوئی اور کپڑے اسی حالت میں خراب ہوگئے، خادموں نے دوسرا کپڑا بدلنا چاہا، مگر جلد بازی میں پائجامہ پہلے داہنے پیر سے نکالنا شروع کردیا، مجدد صاحبؒ نے فوراً پیر جھٹک دیا حالانکہ اس وقت بے ہوش تھے۔

سب سے اہم چیز ہدایت ہے

ارشادفرمایا: کہ سب سے اہم چیز ہدایت ہے، اپنی دعاؤں میں ہدایت کا سوال کیا کرو، ہدایت مانگا کرو، ہدایت کی ہر ایک کو ضرورت ہے، یہاں تک کہ اولیاء اور انبیاء کو بھی اس کی ضرورت ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو سب سے بڑے ہادی ہیں اور سب کی ہدایت کے مبعوث فرمائے گئے ہیں، وہ بھی فرماتے ہیں: اَللّٰھُمَّ اھْدِنِی فِیْمَنْ ھَدَیْتَ.

اے اللہ مجھے ہدایت فرما منجملہ ان کے جن کو تو نے ہدایت فرمائی ہے۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ مشکوٰۃ ص:۱۱۲)

تنگی معاش دور کرنے کا نسخہ

ارشادفرمایا: کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ العَلِیِّ العَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُاللّٰہ

یہ کیمیائے درویشاں ہے، میرے پاس تو جو بھی معاش کی تنگی کی شکایت لے کر آتا ہے، کہ میرا کاروبار نہیں چل رہا ہے، تو میرا معمول ہے، میں اس کی ایک تسبیح صبح کو پڑھنے کے لئے بتلاتا ہوں اور اگر زیادہ ہمت کرے، تو ایک تسبیح صبح کو اور ایک تسبیح شام کو پڑھنے کے لئے بتلاتا ہوں۔ (زادالمعاد)

حضرت یحییٰ اندلسی کو ایک درہم کی فکر

ارشادفرمایا: کہ اندلس جو کسی وقت میں علم وفن کا اور خصوصیت سے علم حدیث کا مرکز تھا، حافظ ابن عبدالبر، علامہ حمیدی اور شیخ اکبر جیسی شخصیتیں وہاں کی مٹی سے پیدا ہوئیں، وہیں حضرت شیخ یحییٰ حدیث پاک کا درس دیتے تھے اور بے شمار اشخاص ان سے استفادہ کرتے تھے، ایک دن حضرت یحییٰ اندلسی نے پڑھانے کی طویل چھٹی کردی، طلبہ نے معلوم کیا کہ حضرت اتنی لمبی چھٹی جس کی مدت بھی متعین نہیں، کس بنا پر کی گئی؟ فرمایا: مجھے افریقہ کے آخری کنارے پر قیروان جانا ہے، عرض کیا کہ حضرت کیوں؟ وہاں تو جانا بڑا ہی مشکل ہے؟ بڑے بڑے بن ہیں اور زہریلے جانور بھی بہت ہیں، فرمایا کہ ایک بقّال کے میری طرف ساڑھے تین آنے یعنی ایک درہم ہے، ان کو ادا کرنے کے لئے جارہا ہوں، طلبہ نے عرض کیا کہ حضرت ایک درہم ہی تو ہے، فرمایا مجھے ایک حدیث پہنچی ہے اور پھر اپنی سند کے ساتھ حدیث پاک پڑھی کہ ایک لاکھ ایک لاکھ ایک لاکھ ایک لاکھ ایک لاکھ ایک لاکھ یعنی چھ لاکھ کا نفلی صدقہ کرنے میں اتنا ثواب نہیں، جتنا ایک درہم حق والے کا ادا کرنے کا ثواب ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاء کی امانت داری

ارشادفرمایا: کہ سلطان الاولیاء محبوب الٰہی حضرت نظام الدینؒ اولیاء جب پڑھائی سے فارغ ہوئے، تو پیر کی تلاش میں نکلے، چوبیس سال تک مختلف جگہ کے اسفار کئے، لیکن ایسا کوئی کامل شخص نہیں ملا، جس کے ہاتھ پر بیعت کرسکیں، پتہ چلا کہ اجودھن میں (جس کو پاک پٹن شریف کہا جاتا ہے) کوئی بزرگ ہیں، بابا فرید گنج شکران کا نام نامی ہے، ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا: حضرت بیعت فرمالیجئے، حضرت نے فرمایا آجاؤ، بیعت سے قبل حضرت نے فرمایا کسی کا کوئی حق تو تمہارے ذمہ نہیں، بیعت سے جب فائدہ ہوگا، جب کسی کا کوئی حق نہ ہو، ایک دم ان کو پرانی بات یاد آگئی، عرض کیا: دو پیسے فلاں لالہ کے ہیں، طالب علمی کے زمانہ میں کتاب کی جلد بندھوائی تھی، اس وقت اُدھار کرلیا تھا، کافی عرصہ تک دینے کا ارادہ کرتا رہا، مگر موقع نہیں ہوسکا اور پھر میں بھول گیا، آج حضرت کے فرمانے پر چوبیس سال کے بعد یہ بات یاد آئی، فرمایا: پہلے یہ پیسے دے کر آؤ، پاک

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

پٹن سے پیدل چلے ہیں، نہ کرایہ ہے، نہ راستے متعین ہیں، نہ کوئی سواری ہے، دہلی میں آ کر اس کو تلاش کیا، معلوم ہوا کہ مدت سے اس نے کام چھوڑ رکھا ہے، بہت ضعیف ہوگیا ہے، حضرت نظام الدین اولیاء تلاش کرتے ہوئے اس کے پاس پہنچے اور دو پیسے اس کے سامنے رکھ دیئے، لالہ نے پوچھا کہ یہ دو پیسے کیسے ہیں؟ حضرت نے پورا حال سنایا کہ چوبیس سال پہلے آپ سے جلد بندھوائی تھی، اس لالہ نے کہا کہ ارے کہاں سے آ رہا ہے تو؟ حضرت نے فرمایا اجودھن سے، اس نے کہا کہ ہاں وہاں مسلمان رہتے ہیں، جب ہی تو تجھے دو پیسہ ادا کرنے کا خیال آیا، دو پیسے ادا کر کے پھر وہاں حاضر ہوئے کہ اس کا جو حق تھا وہ میں نے ادا کر دیا۔ تب حضرت نے ان کو بیعت فرمایا۔

برائی بہت دور سے اثر انداز ہوتی ہے

ارشاد فرمایا: کہ بوعلی سینا نے ''قانون'' میں تحریر کیا ہے کہ برائی بہت دور سے اثر کرتی ہے، اس طرح کہ اگر ایک کے اخلاق اچھے ہیں اور ایک کے بُرے ہیں، ایک مشرق میں ہے اور ایک مغرب میں ہے اور وہ دونوں خط مستوی پر آ جائیں، تو غلط اخلاق والے کا اثر اچھے اخلاق والے پر پڑے گا، اسی لئے بری صحبت سے بچنے کو کہا جاتا ہے۔

حضرت تھانویؒ کو حالت نزع میں امانتوں کی فکر

ارشاد فرمایا: کہ اشرف العلماء حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی نزع کے وقت عجیب کیفیت تھی، چوراسی سال کی عمر مبارک ہے، طویل عرصہ سے بیمار چل رہے تھے، مغرب کی نماز حضرت سے نہیں پڑھائی گئی، نماز کے بعد حضرت نے اپنی چھوٹی زوجہ محترمہ سے پوچھا، کہ اس مہینے کا خرچ میں نے تمہیں دیدیا، انہوں نے کہا جی ہاں دیدیا، پھر فرمایا: میرا جو امانت والا صندوق ہے، وہ اٹھا کر لاؤ، بی بی صاحبہ وہ صندوق لے کر آئیں، اس میں سے ایک لفافہ نکالا گیا، جس میں کچھ نوٹ تھے اور کچھ ریزگاریاں تھیں، غالباً وہ لفافہ مفتی جمیل احمد صاحب نے نکال کر پیش کیا اور شمار کر کے بتلایا کہ اتنے روپئے اور چودہ آنے ہیں، حضرت نے فرمایا نہیں، چودہ نہیں، پندرہ آنے ہونے چاہئیں، لفافہ کو اچھی طرح سے دیکھا تو وہ ایک آنہ بھی مل گیا، کسی نوٹ میں ایک آنہ چپک گیا تھا، بہرحال جو جو امانتیں تھیں، ان کے بارے میں تاکید فرمائی اور فرمایا: آج ایسی سخت تکلیف محسوس ہوتی ہے، کہ ایسی تکلیف اس سے پہلے کبھی محسوس نہیں ہوئی، ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ جیسے میرے اوپر پہاڑ رکھا ہوا ہو جو وہاں موجود تھے، سب نے سمجھ لیا کہ حضرت کا اب آخری وقت ہے، چادر اڑھا دی گئی، مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت تھا برسات کا زمانہ شروع ہوگیا تھا، ابھی بارش شروع نہیں ہوئی تھی، ہلکی سی ایک ململ کی چادر تھی، وہ حضرت کے اوپر ڈال دی گئی، کبھی کبھی اندر سے باہر کی طرف کچھ روشنی سی محسوس ہوتی تھی، حاضرین یہ سمجھے کہ کوئی جگنو چادر کے اندر آ گیا ہے، یہ اسی کی چمک ہے، چادر کو اٹھا کر جھاڑا مگر اس میں کچھ نہ تھا، پھر غور سے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ شہادت کی انگلی ہے جس سے حضرت قلم پکڑتے تھے، جس سے پچاسوں ہزار مسئلے اور ہزاروں کتابیں اور دین کی نامعلوم کتنی باتیں تحریر فرمائی تھیں، جب حضرت سانس لیتے ہیں تو اس میں ایک روشنی پیدا ہوتی ہے، پھر چادر ڈھانک دی گئی۔

شکر کی حقیقت

ارشاد فرمایا: کہ اصل شکر یہ معلوم ہے کہ کیا ہے؟ پھر خود ہی ارشاد فرمایا: کہ مسند ہند حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز صاحب نوراللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں، کہ اصل شکر یہ ہے۔

صَرفُ النِّعمَةِ فِی رَضَاالمُنعِمِ

نعمت کا منعم کی رضا میں صرف کرنا، یعنی دینے والے کی خوشنودی میں نعمت کا صرف کرنا، جو بھی نعمت تمہیں ملی ہے، اس کو اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے استعمال کیا جائے، اس کا نام شکر یہ ہے اور زبان سے اس نعمت کا اقرار واعتراف کرنا یہ شکر یہ کا ثانوی درجہ ہے۔

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

نسیم ہدایت کے جھونکے

جناب محمد سلمان صوفی سے ایک ملاقات

پیشکش: احمد اوّاہ ندوی

س: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ج: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

س: صوفی صاحب! آپ تو ابھی شاید دو مہینے پہلے آئے تھے، گیروے رنگ کے کپڑے اور ڈمرو ہاتھ میں تھا، تین چار لوگ آپ کے ساتھ تھے، اور آپ گھر پر تشریف لائے تھے، میں نے آپ کو کسی کے ساتھ خانقاہ میں بھیجا تھا۔

ج: جی جی! آپ نے بالکل صحیح پہچانا۔

س: ماشاء اللہ آپ نے بڑی جلدی چھلانگ لگائی، واقعی آپ پیدائشی صوفی لگ رہے ہیں۔

ج: مولانا احمد صاحب ہمیں تو یہ سمجھ میں آیا ہے کہ ایک تو راستہ ہے اپنے مالک کو راضی کرنے کا، اس کو کھوجنے کا اس کو تلاش کرنے کا، اس کا بننے کا، جسے دین کا یا دھرم کا راستہ کہتے ہیں، اور ایک راستہ ہے دنیا کمانے کا مال کمانے کا، اور جانوروں کی طرح پیٹ بھرنے کو اپنی زندگی کا مقصد بنانے کا، دنیا کے راستے میں اگر کوئی انسان راستہ صحیح نہ معلوم ہونے کے وجہ سے بالکل الٹے راستہ پر پڑ جائے اور چلتا رہے اور اسے راستے میں دور جا کر معلوم ہو کہ یہ راستہ میری منزل سے بہت دور جارہا ہے، تو اسے پہلے اسی راستہ پر واپس آنا پڑتا ہے، اور جتنا جلد لوٹ سکے، اتنی جلدی اپنی ابتدا پر آنا پڑتا ہے، اور پھر صحیح راستہ پر اپنا سفر شروع کرنا پڑتا ہے، مگر دین کے، دھرم کے، اپنے مالک کا بننے اور تلاش کرنے کے راستے میں یہ بات نہیں، اس راستہ پر اگر آدمی سچی نیت سے مالک کو تلاش کرنے نکل پڑا ہے، اور وہ مجاہدہ کرکے، یگیہ کر کے محنت کر کے بالکل مخالف رخ پر حتی کہ شرک میں جو دین اور دھرم کا بالکل الٹا یعنی دھرم کے نام پر سب سے بڑا ادھرم ہے دور نکل جاتا ہے، اور وہاں جا کر مالک کی مہر ہوتی ہے، اگر آدمی سچی آتما سے اسے تلاش کرتا ہے تو مالک کی مہر ہوتی ہی ہے، اس لئے اسے غلط راستہ پر پورا سفر واپس نہیں طے کرنا پڑتا، بلکہ مالک اس کو آغوش رحمت میں اٹھا کر سیدھے راستہ پر لا ڈالتے ہیں، اور اس کی زندگی بھر کی محنت ضائع نہیں ہوتی، اس لئے مجھے پنڈت سے صوفی بننے میں کچھ دقت نہیں ہوئی یہاں تک کہ ظاہری حلیہ میں بھی کچھ نہیں کرنا پڑا، داڑھی بال سب کچھ بڑھے ہوئے تھے، بس بگڑے ہوئے بے حال تھے، حضرت سے سنت معلوم کرکے ایک حاجی صاحب کو نائی کے یہاں ساتھ لے کر گیا، تو میں صوفی جی کا حلیہ بن گیا، اگر میں دنیا دار آدمی ہوتا تو اس حلیہ اور داڑھی وغیرہ کیلئے مجھے لمبا انتظار کرنا پڑتا، اس طرح مجھے اپنے اندر میں بھی بالکل ظاہر کی طرح ذرا سا بدلاؤ اور کرنا پڑا، اور میرے اللہ کا کرم ہے کہ اس حال کو، جس کو احسان کہتے ہیں کہ زندگی اس طرح گذارو کہ اللہ تمھیں دیکھ رہا ہے، پانے میں مجھ کو زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی۔

س: ماشاء اللہ، ماشاء اللہ، اس لئے تو پیارے نبی ﷺ کا ارشاد ہے: خیارہم فی الجاہلیۃ خیارہم فی الاسلام، جو لوگ جاہلیت یعنی اسلام سے پہلے جتنے اچھے ہیں اسلام میں بھی اسی طرح بڑھے ہوتے ہیں، واقعی آپ کو دیکھ کر کوئی یقین نہیں کرپائے گا، کہ آپ صرف دو مہینے پہلے مسلمان ہوئے ہیں، اور اندر کا حال جو آپ بتا رہے ہیں وہ تو لاکھوں صوفیوں اور سالکوں میں سے، مشکل سے کسی ایک کو حاصل ہوتا ہے، بہت بہت مبارک ہو، واقعی رشک آرہا ہے آپ پر۔

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

ج: رب کا کرم ہے جس نے اپنے گندے بندہ کی انتر آتما میں ستیہ کی جوت جلادی، الحمدللہ، الحمدللہ (دیر تک روتے رہے)

س: ہمارے لئے بھی دعا کیجئے، کہ آپ کے اس حال کا کوئی حصہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نصیب فرمائے؟

ج: یہ تو آپ کی بڑائی ہے کہ آپ ایسا کہہ رہے ہیں، آپ تو آپ ہی ہو، آپ کے گھرانہ کو اللہ تعالیٰ نے اس بڑے مشن اور کام کے لئے چن لیا ہے، جو اللہ کے لاڈلے رسول ﷺ کا مشن تھا۔

س: مگر یہ احسان کی اور دوام حضور کی کیفیت تو جو آپ سے مل کر محسوس ہوئی اس کے لئے ترستے ہیں ہم سب، اچھا براہ کرم آپ اپنا خاندانی تعارف کرائیے؟

ج: میری پیدائش قلعہ پریکشت گڑھ ضلع میرٹھ میں ۱۹۶۱ء میں ہوئی، میرا تعلق ایک برہمن خاندان سے تھا، نرائن شرما میرے پتا جی نے نام رکھا، میرے والد نے دان دکشنا سے بچنے کے لئے خاندانی کام کنڈلی بنانا، پھیرے کرانا اور جیوتش وغیرہ کو تیاگ کر اپنا کاروبار شروع کیا، شروع میں انھوں نے کئی کاروبار کئے، مگر ٹھیک نہیں چلے، آخر میں برتنوں کی ایک دوکان کھول لی تھی، جو بہت اچھی نہیں چلتی تھی مشکل سے گذارہ ہوتا تھا، میں ان کا بڑا بیٹا تھا، میں نے انٹرمیڈیٹ کیا، تو اس کے بعد میرے والد مجھے ڈاکٹر بنانا چاہتے تھے، میں کلاس میں پوزیشن لاتا تھا، پی ایم ٹی اگزام میں چار سال تک کوشش کرتا رہا مگر میرا اسلیکشن نہیں ہو سکا، اسی دوران میں نے بی ایس سی بھی میرٹھ کالج سے کرلیا، بہت کوشش کے بعد بھی کمپٹیشن کوالیفائی نہ کرپانے کی وجہ سے میرا دل دنیا سے اچاٹ ہوگیا اور میں ۱۱ر ستمبر ۱۹۸۱ء کو گھر سے نکل گیا، اور سنیاس کی نیت سے رشی کیش چلا گیا، وہاں پر بہت سے آشرموں اور اکھاڑوں میں ایک کے بعد ایک پندرہ سال تک چکر لگاتا رہا، سوامی دکھی رام جی کا ہنومان اکھاڑہ بہت بڑا اکھاڑہ مانا جاتا ہے، ان کے ساتھ پانچ سال رہا، انھوں نے مجھے پہاڑوں میں ایک آشرم کا پرمکھ بنا کر بھیج دیا، وہاں پر کچھ لوگوں سے ان بن ہوگئی، اور میں سب کچھ چھوڑ کر گھر واپس آگیا، اور قلعہ پریکشت گڑھ میں ایک ہنومان مندر اپنی زمین میں بنوایا، جو آبادی کے پاس تھا، اس کے بعد ایک ٹرسٹ بنایا، ہنومان مانو سیوا ٹرسٹ، اس کے تحت دو مندر الگ الگ جگہ بنائے تھے، ایک مندر لال کرتی میں بنایا، اور اس سے لگتی ہوئی، اپنے رہنے کے لئے ایک کٹیا بھی بنائی، میرے مالک کو مجھ پر دیا آئی، اور میرے رب نے اسلام سے میرا دامن بھر دیا اور اپنی یاد میں بھٹکتے ہوئے بندہ کو بغیر کسی دوسرے سبب کے، خود ہاتھ پکڑ کر اپنے راستہ پر لگالیا۔

س: آپ اپنے اسلام قبول کرنے کا واقعہ سنائیے؟

ج: اصل میں دین اور دھرم کہتے ہیں اپنے مالک کو راضی کرنے، اور اس کو پانے کے لئے جیون گذارنے کو، میں نے ایم بی بی ایس میں داخلہ کے لئے اپنی بھرپور کوشش کی، اور مجھے ہر بار پوری امید تھی کہ میرا اسلیکشن ہوجائے گا، مگر ایک کے بعد ایک چار بار ناکامی سے میرا دل دنیا سے ٹوٹ گیا، اور پھر میں اپنے مالک کو پانے اور اس کا بننے کے لئے گھر سے نکل پڑا، اس روز جب ہم کلمہ پڑھنے آئے تھے، تو حضرت نے بتایا تھا کہ قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سنسار کو بنانے سے پہلے سارے انسانوں کی آتماؤں کو بنایا، اور سب کو جمع کر کے ایک سبق پڑھایا، اور ان سے سوال کیا کہ بتاؤ کیا میں تمہارا پالن ہار ہوں؟ ایک آیت ہے نہ قرآن مجید میں، حضرت نے پڑھ کر سنائی تھی۔

س: جی جی، الست بربکم، کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟

ج: تو پہلے سارے سنسار کو بنانے والے اور پیدا کرنے والے مالک کا پڑھایا ہوا سبق آتما کیسے بھول سکتی ہے، ہر انسان کی انتر آتما میں یہ سبق یاد ہوتا ہے کہ ہمارا بنانے والا ہمارا مالک صرف اور صرف ایک اکیلا ہے، اس لئے مولانا احمد آخری درجہ کے شرک اور بت پرستی کی بھول بھلیوں میں پھنسے، کسی دیش اور قوم کے انسان بلکہ شرک کی دلدل اور گندگی میں پھنسے کسی دھرم گرو سے اچانک آپ جا کر سوال کریں کہ گروجی یا پنڈت جی اس سنسار کو اور برہمانڈ (کائنات) کو بنانے والا اور چلانے والا کون ہے؟ تو وہ فوراً بے اختیار اوپر کو ایک انگلی (ہاتھ اوپر کر کے شہادت

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

کی انگلی اٹھاتے ہوئے) کا اشارہ کر کے صرف اور صرف یہ کہے گا کہ وہ ایک اکیلا اوپر والا مالک ہے، میں اپنے ہندو بھائیوں اور رشتہ داروں کو دعوت دیتا ہوں تو یہ بات کہتا ہوں کہ کسی کے گھر موت ہو جائے، اکلوتا جوان بیٹا مر جائے یا کوئی اور مر جائے، تو اس کے یہاں جو بھی جاتا ہے، اور تعزیت کرتا ہے، (سہان بھوتی ویکت کرتا ہے) تو صرف یہی کہتا ہے، اوپر ہاتھ اٹھا کر کہ اوپر والے کی مایا تھی اس نے لے لی، اب کر بھی کیا سکتے ہیں جس کی امانت تھی اس نے لے لی، آخری درجہ کا مشرک اور دیوی دیوتا کا بھکت ہی کیوں نہ ہو، یہ نہیں کہتا کہ ہنومان جی کی مایا تھی، انھوں نے لے لی، یا کالی کی مایا تھی کالی نے لے لی، جیسا کہ وہ لوگ جو پیر پرست اور مسلمان ہو کر قبروں اور درگاہوں پر عقیدت اور پوجا کرتے ہیں، وہ بھی یہ نہیں کہتے کہ خواجہ جی کی مایا تھی خواجہ نے لے لی، بے اختیار ہر انسان کا یہ جواب کہ سنسار بنانے اور چلانے والا وہ اکیلا مالک ہے، اور ہر مرنے والے کے لئے بلا تفریق مذہب و ملت یہ جواب کہ اوپر والے کی مایا تھی اس نے لے لی، یہ جواب اس بات کا ٹھوس ثبوت ہے کہ ہر انسان کی انتر آتما کو یہ سبق الست بربکم کا یاد ہے، اور اس سبق کی وجہ سے اپنے پیدا کرنے والے رب کو پانے اور اس کو راضی کرنے کی پیاس اس کی فطرت میں رکھی ہے، اور اس اکیلے اور صرف ایسے اکیلے مالک کی، جو اس کے فکر و خیال اور عقل و شعور سے اوپر ہو، عبادت و بندگی کرنے اور اس سے محبت کرنے اور اس کو راضی کرنے کا تقاضا، اس کے اندر کی فطرت کا تقاضا ہے، اس کے علاوہ کسی کے آگے جھکنے اور بندگی کرنے کو اس کی فطرت پسند نہیں کرتی، میں بھی انسانوں میں سے ایک ہوں، جس کی روح کو میرے مالک نے الست بربکم کا سبق پڑھایا، اس لئے دنیا چھوڑ کر اور دنیا سے مایوس ہو کر جب میں نے اپنے مالک کو پانے کے لئے گھر چھوڑا، اور سنیاس اختیار کیا، تو اتنے دنوں تک شرک کی بھول بھلیوں میں دھرم کے نام پر، ادھرم میں پھنسے ہونے کے باوجود کوئی اندر میں طاقت تھی جو مجھے کھینچ دیتی ہے، کہ جس سنسار کے بنانے والے اور چلانے والے مالک

کی تلاش میں تو سب کچھ چھوڑ کر آیا ہے، اس کو اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بھگوانوں سے بھلا کیا واسطہ، میں جس آشرم میں گیا وہاں کے گروؤں سے اپنی یہ بات کہی، وہ مجھے یہ کہہ کر چپ تو کرا دیتے تھے، کہ یہ مورتیاں تو اکا گرتا (کنٹریشن) کے لئے ہیں، اصلی تو وہی ایک اکیلا مالک ہے، مگر مجھے لگتا کہ اس سے کیسے ایکا گرتا (یکسوئی) ہوگی، شرک سے تو انتشار ہی ہو سکتا ہے، یکسوئی ہرگز نہیں ہو سکتی، میں نے میرٹھ لال کرتی میں مندر بنایا، تو ہمارے گھر میں ذرا صفائی کا ہماری ماں کو زیادہ فکر تھا، مجھے ماں سے بھی زیادہ صفائی کا ذوق تھا، جب میں نے آشرم بنایا تو میں صفائی کا بہت زیادہ خیال کرتا تھا، ہنومان جی کی مورتی پر صبح سے شام تک لوگ پرشاد چڑھاتے، ہر طرح کے پرشاد اور مٹھائی وغیرہ سے خود مورتیوں اور فرش پر گندگی ہو جاتی، اور میٹھے پر مکھیاں بھی بہت آتیں، اس کے لئے لاکھ دھونی دیتے مگر مورتیاں گندی ہو جاتیں دن میں کئی کئی بار مجھے مورتیوں کی صفائی کرنا پڑتی تھی، ہر بار جب مورتی کی صفائی کرتا تو میری آتما میں اندر سے کوئی مجھے جھنجھوڑتا کہ یہ کوئی دھرم ہے، مورتی کو بھانڈتے رہو اور دھوتے رہو، کبھی کبھی اس خیال سے اتنا پریشان ہو جاتا کہ جی چاہتا گلے میں پھانسی لگا کر آتم ہتیا کرلوں، جب آتما جس کی مایا ہے اس کے پاس چلی جائے گی تو پھر اصل مالک سے مل جائے گی، چار پانچ سال سے یہ خیال بہت پریشان کرتا تھا، چار سال پہلے ہمارے مندر سے کچھ فاصلہ پر ایک مسجد ہے وہاں پر گیا، اس خیال سے کہ دیوی دیوتاؤں کے سارے بھگت اور پجاریوں کو دیکھ چکا ہوں، وہاں تو بس دھرم کے نام پر کاروبار کے علاوہ مجھے کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا چلو ذرا دیکھیں کہ یہ کس کی پوجا کرتے ہیں، امام صاحب مسجد کے قریب اپنے گھر میں فیملی کے ساتھ رہتے تھے، میں نے امام صاحب کی کنڈی کھٹکھٹائی، امام صاحب مجھے دیکھ کر ذرا ہکے بکے ہو گئے، میں نے اپنی پریشانی بتائی کہ میں اسلام کے بارے میں جاننے کی اچھا رکھتا ہوں، مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ مسجد کے امام ہو کر ان کا پریوار ہے، میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ اس کو

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

پانے کے لئے سارے سنسار کے اس جال کو تیاگ کر اس کو پا سکتا ہوں، سارے مسلمانوں کو نماز پڑھانے والا امام اپنے پریوار کے ساتھ رہتا ہے، امام صاحب نے کہا اسلام یہ کہتا ہے کہ ساری کی ساری چیزیں اس مالک نے انسان کے لئے بنائی ہیں، اور اس کو ایک سماجی سسٹم سے جوڑا ہے، اس پورے سماج کا اس مالک کے لئے حق ادا کرنے کا نام ہی اسلام ہے، میں نے معلوم کیا کہ آپ نماز پڑھتے ہیں تو کس کی پوجا کرتے ہیں: کیا محمد صاحب کی، یا الگ الگ پیر پیغمبروں کی، وہ مجھے مسجد میں لے کر گئے اور بتایا کہ قبلہ کی طرف یعنی مکہ کی طرف منھ اس لئے کرتے ہیں کہ ہمارے مالک کا حکم ہے، اور اس سے ایکتا رہتی ہے، الگ الگ سمت کو منھ کریں گے تو ڈسپلن نہیں رہے گا، مگر اسلام میں پوجا تو صرف اکیلے مالک کی ہے، جو خیال میں نہ آسکے، جس کی مورتی نہ بنائی جاسکے، جو صرف اور صرف اکیلا سارے سنسار کو بنانے اور چلانے والا ہے، امام صاحب کے ساتھ میری ذرا سی دیر کی ملاقات نے میرے اندر کو جھنجھوڑ دیا اور مجھے لگا کہ جس سچی راہ کو تو تلاش کر رہا ہے وہ اسلام ہے، میں نے امام صاحب کو بتایا کہ میں آپ کے پڑوس کے مندر کا پرمکھ ہوں، اور ان سے کہا اگر میں اسلام اپنانا چاہوں تو مجھے کیا کرنا ہوگا؟ انھوں نے بتایا کہ شرک سے توبہ کرکے ایک کلمہ ہے اسے سچے دل سے پڑھنا ہوگا، میں نے کہا آپ مسلمان کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا نہیں، ہم تو نہیں کرتے، اور آپ کو تو بالکل بھی نہیں کر سکتے، یہاں تو میرٹھ میں آگ لگ جائے گی، پاس میں ایک گاؤں ہے پھلت، آپ چاہیں تو وہاں چلے جائیں، وہاں یہ کام ہوتا ہے، کوئی اگر مسلمان ہونا چاہے تو وہ سب کام کرتے ہیں، میں نے ان سے کہا آپ میرے ساتھ چل سکتے ہیں؟ انھوں نے صاف منع کر دیا، اور یہ بھی کہا کہ اگر واقعی آپ کا مسلمان ہونے کا ارادہ ہے تو براہ کرم آپ میرے پاس بالکل نہیں آیئے گا ورنہ یہاں کے مسجد کے ذمہ دار مجھے مسجد سے نکال دیں گے، یہاں فساد ہوجائے گا، مجھے بہت عجیب سا لگا کہ میں جھوٹے بھگوان کا اپاسک تو اسلام قبول کرنے میں نہیں ڈر رہا، اور یہ سارے سنسار کے مالک کی عبادت کرنے والے، ڈر رہے ہیں۔

س: اس کے بعد کیا ہوا؟

ج: جی بتا رہا ہوں، ہمارے یہاں قلعہ پریکشت گڑھ کے ایک حاجی صاحب جو میرٹھ میں ٹائر کی دوکان کرتے ہیں، وہ کبھی کبھی مجھ سے ملتے تھے میں ان کے یہاں گیا، اور ان سے کہا آپ مجھے پھلت لے کر چلو، ان کے ایک دوست جماعت کے امیر تھے، وہ ایک بار ان کی دوکان پر ملے، کہنے لگے میں آپ کو پھلت لے کر چلوں گا، ہم لوگ ۲۷/رمضان کو پھلت جاتے ہیں، مگر وہ مجھے ٹلاتے رہے، ایک روز میں خود ہی نکل گیا، ہمارے یہاں مندر میں آگ لگ گئی، فون آیا تو مجھے لوٹنا پڑا، بار بار شیطان شاید مجھے ستیہ سے روکنے کی کوشش کر رہا تھا، تین سال مجھے اسی بے چینی میں گذر گئے، حاجی صاحب اور امیر صاحب کی میں خوشامد کرتا رہا مگر شاید وہ بھی ڈر رہے تھے، اس لئے مجھے ٹلاتے رہے، ۲۱/اپریل کی صبح نو بجے میں حاجی صاحب کی دوکان پر پہنچ گیا، اتفاق سے امیر صاحب بھی کسی کمپنی میں نوکری کرتے تھے، وہاں موجود تھے میں نے ان سے کہا، آج میں آپ کو چھوڑوں گا نہیں، آج آپ کو مجھے پھلت لے کر چلنا ہی پڑے گا، حاجی صاحب نے عذر کیا، میری دوکان پر کوئی نہیں ہے، میں نے کہا آپ ایک دن میں زیادہ سے زیادہ کتنے روپئے کمالیتے ہو، وہ بولے دو تین ہزار بھی کمالیتا ہوں، میں نے پرس میں سے تین ہزار روپئے نکالے اور ان کی جیب میں ڈالے، وہ پہلے تو تکلف کرتے رہے بعد میں لے لئے، اور دوکان بند کردی، امیر صاحب کی جیب میں بھی میں نے دو ہزار روپئے ڈالے، آپ کو زیادہ سے زیادہ ایک روز کی نوکری میں دو ہزار ملتے ہوں گے آپ بھی چلیں، سامنے ٹیکسی اسٹینڈ سے ٹیکسی کی اور ان دونوں کو بٹھا کر مندر سے ایک صفائی کرنے والے سندر داس کو فون کرکے بیگم برج پر بلایا، جو میرے ساتھ مسلمان ہونے کو کہتا تھا، اس طرح ہم پھلت پہنچے۔

س: آپ نے معلوم کرلیا تھا کہ ابی وہاں موجود ہیں؟

ج: نہیں، مجھے معلوم ہی نہیں تھا کہ کون مسلمان بناتا ہے، اور

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

مولانا کلیم صاحب کون ہیں؟ ہم پہنچے تو اللہ کا کرم ہے کہ حضرت پھلت خانقاہ میں موجود تھے، امیر صاحب نے میرا تعارف کرایا، اور بتایا کہ یہ پنڈت جی چار سال سے ہم سے مسلمان ہونے کی ضد کر رہے ہیں، آج صبح صبح جا کر ہمیں زبردستی دبالیا، اور میرا گریبان پکڑ کر ٹیکسی میں بٹھایا کہ آج آپ کو چھوڑوں گا نہیں۔

س: کیا واقعی آپ نے امیر صاحب کا گریبان پکڑ لیا تھا؟

ج: جی واقعی میں بہت تھک کر عاجز ہو کر ان کے پاس گیا تھا، اور میں نے امیر صاحب کا گریبان پکڑ کر کہا کہ آج میں آپ کو چھوڑوں گا نہیں جب تک آپ مجھے مسلمان نہیں بنوائیں گے، حضرت صاحب نے سنا تو امیر صاحب اور حاجی صاحب کو بہت سمجھایا اور مسئلہ بتایا کہ دیوبند کے سب سے بڑے مفتی، شاید ان کا نام مفتی محمود صاحب بتایا تھا، وہ فرماتے تھے کہ مسجد کے باہر کوئی آدمی آیا کہ مجھے مسلمان ہونا ہے، اور آپ اس کو لے کر میرے پاس مسجد کے حجرہ میں آئے کہ مفتی صاحب ذرا اچھی طرح کلمہ پڑھائیں گے، تو جتنی دیر آپ نے کلمہ پڑھوانے میں تاخیر کی، اتنی دیر آپ کفر پر راضی رہے، اور کفر پر راضی رہنا عین کفر ہے، اگر اس حال میں آپ مر گئے تو کفر پر موت ہوگی، حضرت نے امیر صاحب اور حاجی صاحب سے کہا، آپ چار سال سے ان کو ٹلا رہے تھے تو آپ ان کے کفر پر راضی رہے، یعنی یہ زندگی آپ کی کفر پر گذری، بہت بہت توبہ کرنی چاہئے، حضرت نے کھڑے کھڑے ہم کو کلمہ پڑھوایا، اور پوچھا کوئی اسلامی نام رکھنا چاہیں گے، میں نے کہا ضرور، تو حضرت نے میرا نام سلمان رکھا، سندر داس کا نام عثمان رکھا، اور بتایا کہ حضرت سلمان فارسی حق کو تلاش کرتے کرتے اسلام تک پہنچے تھے، اور دیر تک حضرت سلمان فارسی کے اسلام کی باتیں ہمیں بتاتے رہے، حضرت نے ہم سے پوچھا آپ نے اسلام کو کچھ پڑھا بھی ہے، میں نے کہا نہیں، مجھے تو میرے جھوٹے بھگوانوں نے ہی پڑھایا تھا کہ ہماری پوجا دھرم نہیں بلکہ ادھرم ہے، سارا جیون اس حماقت میں گذر گیا کہ ہنومان جی کو بھانڈ وا ور دھوتے رہو، بس اس کے لئے پڑوس کی مسجد گیا، امام صاحب سے معلوم کیا تو پتہ لگا کہ مسلمان صرف ایک اکیلے مالک کو پوجتے ہیں، تو دل میں آیا کہ یہ اصلی دھرم ہے، مگر امام صاحب نے بھی صاف منع کر دیا کہ اگر آپ کا ارادہ مسلمان ہونے کا ہے تو آپ ہمارے پاس مت آیئے، ورنہ مسجد کے ذمہ دار مجھے مسجد سے الگ کر دیں گے، فساد ہو جائے گا، حضرت کو بہت افسوس ہوا۔

س: پھر اس کے بعد کیا ہوا، آپ نے مندر چھوڑ دیا؟

ج: حضرت نے مشورہ دیا ایک دم مندر سے غائب ہونا ٹھیک نہیں ہے، آپ کسی شاگرد کو مندر کا ذمہ دار بنایئے، اور دھرم میں آگے بڑھنے کا کہہ کر چلے آیئے، اور جماعت میں وقت لگایئے، میں نے حضرت کے مشورہ کے مطابق جماعت میں چالیس دن لگائے، بنگلور میں رمضان اور عید کے بعد تک ہمارا وقت لگا، الحمد للہ ساتھی بہت پڑھے لکھے تھے، انھوں نے بہت خدمت کی اور بہت کچھ سکھایا، الحمد للہ جس شاگرد کو میں نے مندر کا ذمہ دار بنایا تھا، وہ میرا بہت وفادار شاگرد ہے، جماعت سے آکر میں نے اس کو بلا کر سب بتا دیا ہے اور پہلی ملاقات میں اس نے کلمہ بھی پڑھ لیا ہے، میں کافی دنوں کے بعد اپنے گھر بھی گیا ماں نے مجھے دیکھا تو بہت خوش ہوئی، اور بولی بیٹا میں نے کئی بار سپنے میں دیکھا، اور یہی دیکھا کہ تو مسجد میں نماز پڑھا رہا ہے۔

س: آپ نے اپنی امی کو دعوت دی؟

ج: جی الحمد للہ انھوں نے کلمہ پڑھ لیا ہے، انھوں نے خوابوں کی وجہ سے کوئی اعتراض بھی نہیں کیا۔

س: اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

ج: حضرت کے یہاں آیا ہوں جیسا بھی حضرت کہیں گے کروں گا۔ میری اندر کی چاہت یہ ہے کہ میں ہریدوار یا رشی کیش یا کسی بڑے تیرتھ استھان پر جہاں پر میرے جیسے بہت سے لوگ سچ کی تلاش میں بھٹک رہے ہیں، ان پر کام کروں، کرنا دعوت کا کام ہی ہے، ظہر کے بعد حضرت نے ملاقات کا وقت دیا ہے۔

س: ماشاء اللہ، اللہ مبارک کرے، بہت شکریہ السلام علیکم

ج: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

غیر مسلموں کے درمیان
آیاتِ قرآنی پر مشتمل پمفلٹ تقسیم کرنے کا شرعی حکم

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل (گجرات) کے دارالافتاء کا ایک تحقیقی فتویٰ

آخری قسط

ملاحظہ کریں: نجی خط وکتابت میں مذکورہ بالا جملہ لکھنے کی ہدایت دی جارہی ہے، حالانکہ یہ جملہ سورہ ''طٰہٰ'' کی آیت: ۴۷ ہے، اورسب جانتے ہیں کہ نجی خطوط کا نہ احترام کیا جاتا ہےاور نہ ہی اسے باوضو چھوا جاتا ہے، ایسے خطوط پڑھنے کے بعد ردّی کی ٹوکری میں ڈال دیے جاتے ہیں، بایں ہمہ ضرورت کے ضمن میں یہ لکھنے کی اجازت ہے، جب کہ غیر مسلم بھائیوں کو دعوتِ اسلام دینے کے لیے تیار کیے جانے والے اسلامی لیٹریچر میں اس نوع کے کلمات کا ذکر اصل ہے؛ بلکہ یہ کلمات ہی ان کے سیاہ قلوب کو جلا بخشتے ہیں تو اس کی اجازت کیسے نہ ہوگی؟

(ہ) نیز شریعت کا اصول ہے کہ کسی امر میں دو خرابی ہوں: ایک زیادہ اور دوسری کم، تو ضرورت کے موقع پر کم خرابی کو برداشت کرلیا جاتا ہے، کتبِ فقہ میں اس اصول کو ان الفاظ میں تعبیر کیا گیا ہے: ''ارتکابُ أخفِّ المفسدتینِ اذا استلزمَ زَالُ اَشدِّھِما'' اور یہ اصول حضرت بریرہؓ کی ''اِشتراطِ وَلاء'' والی حدیث سے مستفاد ہے۔ ملاحظہ کریں: (فتح الباری، کتاب المکاتب، باب استعانۃ المکاتب وسوالہ الناس ۱۹۱/۵ مطبع: دار المعرفۃ بیروت، رقم الحدیث: ۲۵۶۳)

زیرِ نظر مسئلہ میں یہی صورتِ حال ہے کہ بے ادبی کے اندیشے سے اگر غیر مسلموں کو اسلامی لیٹریچر نہ دیا جائے تو دین کی نشرواشاعت کا کام رُک جائیگا جو بہت بڑا مفسدہ ہے، لہٰذا مذہبِ اسلام کی نشر واشاعت کی خاطر اسلامی لیٹریچر کی بے ادبی کو برداشت کرلیا جائے، حضراتِ فقہا نے مذکورہ بالا اصول سے بے شمار فقہی مسائل مستنبط کیے ہیں، موضوع کی مناسبت سے یہاں صرف دو مسئلے پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) بے وضو بچوں کو قرآن پاک دینے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ کیوں کہ اگر یہ حکم نہ ہو (یعنی بے وضو بچوں کو قرآن کریم دینا جائز نہ ہو) تو دو ہی صورتیں ہیں: یا تو ان کو قرآنِ پاک چھونے سے روکا جائے گا یا ان کو وضو کرنے کا مکلّف بنایا جائے گا، پہلی صورت میں قرآن شریف کی تعلیم کی نشرواشاعت اور حفظِ قرآن کو ضائع کرنا لازم آئے گا جو بہت بڑا نقصان ہےاور دوسری صورت میں حرج ومشقت لاحق ہوگی، لہٰذا ''اَلحرَجُ مَدفُوع''۔ ''اَلمَشقةُ تَجلِبُ التَّیسِیرَ'' کے قاعدے سے دوسری صورت کو برداشت کرلیا گیا یعنی بے وضو بچوں کو قرآن شریف دینے کی گنجائش ہے۔

وَلا بأسَ بِدفعِ المُصحَفِ اِلَى الصِّبیَانِ، لِاَنَّ فِی المَنعِ تَضییعَ حِفظِ القُرآنِ وَفِی الاَمرِ بِالتَّطهِیر حَرَجًا بِهِم (ھدایہ، کتاب الطھارۃ: ۱/ ۶۵ مطبع: مکتبہ ملّت)

تاہم بچوں کے اولیاء کے لیے حکم ہے کہ بچوں کو وضو کی تاکید کریں؛ تاکہ وہ باوضو قرآن چھونے کے عادی بنیں ''وَاِن اَمَرُوا بِهَا (أی الطَّهَارَةِ) تَخلُّقًا وَاعتِیَادًا'' (حلبی کبیری: ۵۲ مطبع: نعمانیہ، کوئٹہ)

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

(۲) ایک جگہ سے دوسری جگہ قرآن شریف، کتبِ احادیث اور دیگر اسلامی لیٹریچر بذریعہ ڈاک اور پارسل بھیجنے کا سلسلہ زمانہ قدیم سے جاری ہے، اسی طرح اس دور میں ماہانہ، دوماہی اورسہ ماہی مجلّوں کا سلسلہ کثرت سے جاری ہے، ان رسائل میں آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ وغیرہ برابر چھپتے رہتے ہیں، پارسل اٹھانے والے مزدور اور ڈاکیے ان کو بے تحاشہ ادھر سے ادھر پھینکتے رہتے ہیں جس میں بظاہر اسلامی لیٹریچر کی کھلی بے حرمتی ہے، پھر بھی حضراتِ فقہانے اسے ضرورتاً جائز کہا ہے۔

حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نوراللہ مرقدہ نے اس سلسلہ میں مفصل فتوی تحریر فرمایا ہے جسے یہاں بعینہ نقل کیا جاتا ہے:

قرآن کے نمونے کا ڈاک میں ڈالنا بے ادبی نہیں ہے

سوال: رسالہ ''صوفی'' اور ''آبِ حیات'' دوپرچے میرے ہاں سے شائع ہوتے ہیں، قرآن مجید کی اشاعت کی غرض سے ان میں قرآن مجید کا اشتہار اور نمونہ ہر ماہ شائع ہوتا ہے، ڈاک میں کماحقہ ادب نہیں ہوسکتا، بعض لوگوں نے اعتراض بھی کیا ہے، آج کی ڈاک میں ایک صاحب نے لکھا ہے کہ: اگر حضرت عمرؓ کا زمانہ ہوتا تو اس بے ادبی کی سزا یہ دی جاتی کہ تم کو تختہ پر لٹکا دیا جاتا ، میرے دل میں بھی کچھ وہم پڑ گیا ہے؛ اس لیے یہ نمونہ عام طور پر پیش کیا جاوے یا اس کی اشاعت کو بوجہ بے ادبی بند کیا جاوے اور پچھلی اشاعت کے متعلق اگر یہ گناہ ہے تو توبہ کی جاوے؟

الجواب: لَقَبْتُهٗ بِالصَّحَائِفِ فِي اللَّفَائِفِ بِعُمُومِ الصَّحَائِفِ لِلْمَصَاحِفِ وَالْكُتُبِ الدِّينِيَّة آپ کی خشیت و تعظیم احکامِ شرعیہ سے جی خوش ہوا اور بطورِ مانعۃ الخلو (کما فی تفسیری) وَعدَهٗ وَمَن يَتَّقِ اللهَ يَجعَل لَّهٗ مَخرَجًا الایت ظاہر ہوا، چنانچہ جواب سے واضح ہے۔

وَهُوَ هٰذَا فِي عَالَمگِيرِيَةِ: اَلبَابُ الخَامِسُ مِن كِتَابِ الكَرَاهِيَةِ، وَاذَا حَمِلَ المُصحَفُ أو شَيءٌ مِن كُتُبِ الشَّرِيعَةِ عَلٰى دَابَّةٍ فِي الجَوَالِقِ وَرَكِبَ صَاحِبُ الجَوَالِقِ عَلَى الجَوَالِقِ لَا يُكرَهُ كَذَا فِي المُحِيطِ. [ترجمہ: عالم گیری کے ''کتاب الکراھیۃ'' میں لکھا ہے کہ: جب مصحف (قرآنِ کریم) یا کتب شرعیہ میں سے کوئی دینی کتاب بوری میں ڈال کر چوپائے پر لادی جائے اور بوری کا مالک بوری پر بیٹھ کر سوار ہوجائے تو یہ مکروہ نہیں ہے۔] (فتاوی ھندیہ: جدید: ۳۷۳/۵ مطبع: مکتبہ زکریا)

کیا یہ صورت بے ادبی کی ڈاک میں بھیجنے کی صورت سے اشد نہیں ہے، پھر بھی جائز رکھی گئی، نیز حضور اقدس ﷺ نے اپنے بعض مبارک فرمانوں میں- جو بنام شاہانِ عجم تھے- قرآن مجید کی یہ آیت لکھوائی:

قُل يا اهل الكِتَابِ تَعَالَوا الىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءِ بيننَا.. الخ

[ترجمہ: (مسلمانو! یہود ونصاریٰ سے) کہہ دو کہ: ''اے اہلِ کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آجاؤ جو ہم تم میں مشترک ہو، (اور وہ یہ) کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور اللہ کو چھوڑ کر ہم ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں''، پھر بھی اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو: ''گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں''] (آسان ترجمہ قرآن: ۱۵۲، آل عمران: ۶۴) اور معلوم تھا کہ یہ فرمان مع آیت مقدسہ کفار کے ہاتھ میں پہنچے گا، جن سے کسی آدابِ اسلامی کی بھی توقع نہیں، کیا یہ صورت کہ ممسوس طاہر اور ماسّ غیر طاہر میں کوئی حائل بھی نہیں، ڈاک میں بھیجنے کی صورت سے کہ یہاں حائل کے سبب مس بھی نہیں، اشد نہیں پھر جائز رکھی گئی۔

نیز تمام امت کا تعامل خطوط کے اندر ''بسم اللہ'' یا دیگر کلماتِ مقدسہ لکھنے کا شائع ہے، جو بوجہ جزوِ قرآن یا حدیث یا دیگر وجوہ سے محلِّ ادب ہے؛ چنانچہ یہ فتوی جو کہ فقہ کا ایک جزو

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

ہے،ڈاک میں جارہا ہے؛ حالانکہ مثل قرآن مجید کے بے ادبی ان کی بھی جائزنہیں کَمَا ھُوَ ظَاھِر وَصَرَّحَ بِهِ الفُقَهَاء

اورفقہاء نے تو خودحروفِ مرکبہ ومفردہ تک کی بے ادبی کو ناجائز فرمایا ہے، گوابوجہل ہی کے نام کے حروف ہوں محض اس بنا پر کہ یہ حروف مادہ ہیں دوسرے کلامِ مقدس کے، نیز علاوہ خطوط کے تمام کتبِ شرعیہ دینیہ بلانکیر ڈاک میں روانہ کی جاتی ہیں، حالانکہ بے ادبی ان کی بھی ناجائز ہے۔

یہ سب مجموعی دلائل اس باب میں کافی سے زیادہ ہیں، کیا تمام امت کے علماء حضرت عمرؓ کے مذاق سے ناواقف تھے؟ یا نعوذ باللہ اس مذاق کے مخالف تھے؟ یا حضرت عمرؓ کا مذاق نعوذ باللہ نص ِارسالِ کتبِ نبویہ کے خلاف ہوسکتا ہے؟ اور راز اس کا دوامر ہیں: ایک یہ کہ مدارادب کا عرف پر ہے؛ چنانچہ اصولیین کی تحقیق '' لَا تَقُل لَّهُمَا اُفٍّ '' کے متعلق اس کی دلیل ہے اور ظاہر ہے کہ ڈاک میں اس طرح سے روانہ کرنا عرفاً خلافِ ادب نہیں سمجھا جاتا، دوسرا امر یہ کہ شریعت میں ضرورت کوخصوصاً ضرورتِ دینیہ کواحکام کی تسہیل وتخفیف میں خاص طور پر مؤثر قرار دیا گیا ہے؛ چنانچہ علمائے شراحِ حدیث نے حدیثِ بریرہؓ 'اِشتَرِطِي لَهُمُ الوَلَاءَ '' میں تصریحاً فرمایا ہے کہ: اشد المفسد تین کے دفع کے لیے اخف المفسد تین تحمل کرلیا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ اگرایسی روانگی ڈاک میں مفسدہ بھی ہوتب بھی اشاعتِ قرآن مجید وکتبِ دینیہ کے بند یا کم ہوجانے کے مفسدہ سے بہت اہون واخف ہے؛ اس لیے اس کوگوارہ کیا جائے گا؛ ورنہ اس وقت اشاعتِ مذکورہ مقصود فی الدین کا کوئی ذریعہ ہی نہیں اور مفسدہ کا اعظم ہونا ظاہر ہے۔ واللہ اعلم

نوٹ: البتہ ان نمونوں پر اگر یہ بھی چھاپ دیا جاوے کہ ان کوادب سے رکھیں تو بہتر ہے؛ تاکہ پہنچنے کے بعد بلاضرورت بے ادبی نہ ہونے پاوے۔ (امداد الفتاوی جدید: ۱۰/۴۶۷ تا ۴۷۰ مطبع: مکتبہ زکریا، دیوبند)

(و) دیگر یہ کہ زیرِ بحث مسئلہ میں جو کفار اسلامی لیٹریچر کی بے ادبی کے مرتکب ہوتے ہیں وہ فروعات (شرعی مسائل) کے مکلّف بھی نہیں ہیں''اھلُ الذِّمَّةِ لا یَلتَزِمُونَ اَحکَامَنَا فِي الدِّیَانَاتِ کَالصَّومِ وَالصَّلوٰةِ ''(عنایہ مع فتح القدیر۳/۳۵۶ مطبع: تھانوی، دیوبند، بنایہ شرح الھدایہ ۲/۱۶۴ مطبع: ملک سینٹر، فیصل آباد، بیان القرآن، مدثر:۲/۶۰۱ مطبع: ادارہ تالیفات، ملتان) بلکہ انہیں حکم ہے کہ ایمان لاؤ، وہ جب ایمان قبول کریں گے تب شرعی مسائل کے مکلّف ہوں گے؛ اس لیے اصولی اعتبار سے اسلامی لیٹریچر کی بے حرمتی والا مسئلہ پیش ہی نہیں آتا اور اگر امام ابو بکر جصاص رازی کے قول کے مطابق غیر مسلموں کوفروعات کا مکلّف مانا جائے جیسا کہ ان کی کتاب اصول الجصاص کی فصل: ''فِي حُکمِ تَکلِیفِ الکُفَّارِ'' اور علّامہ ابنِ نجیم کے قول'' وَالرَّاجِحُ مَا عَلَیهِ الاَکثَرُ مِنَ العُلَمَاءِ التَّکلِیفُ لِمُوَافَقَتِهِ لِظَاھِرِ النُّصُوصِ فَلیَکُن ھُوَ المُعتَمَدُ آہ منہ(شامی، مطلب فی التداوی بالمحرم: ۵/۲۲۸ مطبع: نعمانیہ ، دیوبند) سے معلوم ہوتا ہے۔ تو بھی ان کی بے ادبی وبے حرمتی کی وجہ سے دعوتِ اسلام کا کام کرنے والے ساتھی گنہگار نہیں؛ بلکہ خود بے ادبی کرنے والے گنہگار ہیں۔

فتاوی محمودیہ میں ہے:

دینی تحریر کی بے ادبی کے خیال سے یہ خدمت چھوڑنا

سوال: ایک صاحب کہتے ہیں کہ تحریری دینی خدمت جو کی جارہی ہے وہ غلط ہے، مثلاً: کوئی ماہنامہ یا اخبار اوران میں قرآن پاک کی آیتیں اور احادیث لکھی ہوئی ہوتی ہیں، بہت سے ناواقف اوران پڑھ لوگ ان کو پھاڑ کر کوڑا کرکٹ پر ڈال دیتے ہیں تواس کا گناہ اس کے لکھنے والے پر پڑتا ہے، بے ادبی کرنے والوں پر کوئی گناہ نہیں، ایک اہلِ علم جن کواپنے علم پر ناز ہے وہ بھی

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

یہی فرماتے ہیں، صحیح کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ومسلماً:

قرآن کریم ، سپارے ، حدیث شریف ، فقہ سب ہی کی طباعت واشاعت ہوتی ہے ، اگر ناواقف یا بے دین ادب و احترام کا معاملہ نہیں کرتے ہیں تو وہ خود ذمہ دار ہیں، حضرت نبی اکرم ﷺ نے تبلیغی دعوت نامہ شاہِ فارس کے پاس بھیجا، اس بدنصیب نے اس کو چاک کردیا کوئی احترام نہیں کیا تو اس کا وبال خود اس پر پڑا، نہ کہ بھیجنے والی ذاتِ مقدسہ پر- معاذ اللہ- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوی محمودیہ: ۵۳۹/۳ مطبع: ادارہ صدیق ڈابھیل)

(ز) نیز حضراتِ فقہائے کرام کے یہاں مسائل کا اعتبار شائع اور غالب پر ہوتا ہے نہ کہ نادر الوجود پر "اَلعِبرَۃُ لِلغَالِبِ الشَّائِعِ لَا لِلنَّادِرِ" فقہِ حنفی میں حضرت امام ابو یوسف کے کئی اقوال اسی قاعدے پر مبنی ہیں، اس قاعدے کی روشنی میں دیکھا جائے تو پمفلٹ پھینک دینے والے غیر مسلم کی تعداد "آٹے میں نمک کے برابر ہیں"، ایسی جزوی بے ادبی کے واقعات تو مسلموں میں بھی پائے جاتے ہیں۔

ہمارا تجربہ بلکہ مشاہدہ ہے کہ عام طور پر غیر مسلم بھائی اسلامی لیٹریچر کی بے حرمتی نہیں کرتے ہیں، ان کے قلوب میں بھی اسلامی امور کی عظمت ہوتی ہے، اسی ملکِ ہندوستان کی بات ہے کہ اگر کسی غیر مسلم کا مسجد کے پاس سے گذر ہوتا ہے تو وہ جھک کر سلام کرتا ہے، ان کی کسی تقریب کے موقع پر بینڈ باجا بجاتے راہ گذر اگر مسجد کے پاس سے گذرتے ہیں تو مسجد کے احترام میں گانے بجانے کی آواز تھوڑی دیر کے لیے بند کردیتے ہیں، حجاج کرام اور عمرہ کے سفر سے آنے والے بھائیوں سے بڑی لجاجت اور منّت سماجت کرکے برادرانِ وطن زمزم کا پانی طلب کرتے ہیں اور خاص خاص موقع پر اس مبارک پانی کو استعمال کرتے ہیں، مسلمانوں سے امراض کے دفعیہ کے لیے تعویذ لے کر بڑے احترام سے رکھتے ہیں، یہ سارے امور واضح کرتے ہیں کہ اسلامی امور کی اہمیت وعظمت کسی نہ کسی درجہ میں غیر مسلم بھائیوں کے دلوں میں ہوتی ہے۔

ہندوستان کا مایہ ناز مطبع منشی نول کشور لکھنؤ کا مالک ایک برہمن زادہ تھا، اس نے اپنے مطبع سے بے شمار اسلامی کتابیں شائع کیں، ان کے مطبع میں قرآن کی پروف ریڈنگ کے وقت خود منشی جی وضو کرکے پروف ریڈینگ کرتے اور اپنے کارکنوں کو اس کی تاکید کرتے تھے، خود منشی جی قرآن مجید کی طباعت کے وقت پاک اور صاف ستھرے کپڑے پہنتے تھے۔

تمہیدِ بالا میں ذکر کردہ دلائل سے معلوم ہوا کہ آپ لوگ زبانی وتحریری طور پر غیر مسلم بھائیوں تک ایمان واسلام کی دعوت پہنچانے کا جو کام انجام دے رہے ہیں، یہ قابلِ صد تعریف و آفریں ہے، اہلِ اسلام کی طرف سے فریضہ انجام دینے کی وجہ سے آپ لوگ ہم تمام کے محسن ہیں، آپ حضرات اپنا کام برابر جاری رکھیں، کسی ایرے غیرے کی بات میں آکر دھوکا نہ کھائیں، زبانی وتحریری دعوت کے دونوں طریقے رسول پاک ﷺ سے ثابت اور سنّت ہیں، جیسا کہ سطورِ بالا میں تفصیل سے گذرا، اس لیے اس میں بے ادبی وبے حرمتی کا کوئی شائبہ نہیں، ایسے شکوک و شبہات پیش کرنے والے خود مسائل سے ناواقف ہیں۔

البتہ اس میں حکمت ومصلحت کے پیشِ نظر تدریجی طریقہ ملحوظ رکھیں، وہ یہ کہ غیر مسلموں کو ابتدائی مرحلے میں قرآن پاک یا اس کا ترجمہ دینے کے بجائے معتبر علماء کی لکھی ہوئی عام فہم دعوتی کتابیں، مخصوص پمفلٹ پیش کیے جائیں، جب وہ مانوس ہوجائیں اور ان کے دل میں اسلامی لیٹریچر کی عظمت واحترام قائم ہوجائے اور اس بات کا اطمینان ہوجائے کہ وہ قرآن شریف اور اس کے ترجمہ کا مکمل ادب واحترام کریں گے تو پھر اس وقت قرآن اور اس کا آسان ترجمہ دینے میں حرج نہ ہوگا، قرآن شریف یا آیاتِ قرآنیہ پر مشتمل پمفلٹ دیتے وقت طہارت

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

حاصل کر کے چھونے اور قابلِ احترام جگہ رکھنے کی تاکید کی جائے۔

حضراتِ فقہاء نے بھی غیر مسلموں کو قرآن اور آیاتِ قرآنیہ پر مشتمل تحریر دینے کی اسی وقت اجازت دی ہے جب کہ اس سے خیر وہدایت کی امید ہواور اہانت کا خطرہ نہ ہو۔

وَالحَاصِلُ مِمَّا سَبَق انَّ وُقُوعَ المُصحَفِ بأيدِى الكُفَّارِ اِنَّمَا يُمنعُ مِنهُ اِذَا خِيفَ مِنهُم اِهَانَته،اَمَّا اِذَا لَم يَكُن مِثلُ هٰذَا الخوفِ فَلَا بَاسَ بِذلِکَ لاسِيِّما لِتعليمِ القُرآنِ وَ تبلِيغِهِ.(تکملہ فتح الملہم :۲۱۸/۳ مطبع: دارالعلوم کراچی)

وَيُمنَعُ النَّصرَانِىُّ مِن مَسِّهِ وَ جَوَّزَه مُحَمَّداذَا اغتسَلَ وَلَا بأسَ بِتَعلِيمِهِ القُرآنَ وَالفِقهَ عَسٰى أن يَهتَدِى.(الدُّرُ المُختَار)قَالَ ابنُ عَابِدِينَ قَولُه (وَيُمنَعُ النَّصرَانِىُّ)فِى بَعضِ النُّسَخِ:الكَافِرُ. وَفِى الخَانِيةِ :الحَربِىُّ اوِ الذِّمِّىُّ قَولُه (مِن مَسِّهِ)اى المُصحَفِ بِلَا قَيدِهِ السَّابِقِ، قَولُه (وَجوَّزَمُحَمَّد ،اذااغتسَلَ) جَزَمَ بِهِ فِى الخَانِيةِ بِلَاحِكَايَةِ خِلَافٍ.

(شامی، کتاب الطہارۃ:۳۲۱/۱ مطبع: زکریا، دیوبند)

فقط۔ واللہ تعالی اعلم۔

کتبہ: عبدالقیوم راجکوٹی (معین مفتی)

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ (مفتی)

دارالافتاء جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل (گجرات)

تاریخ: ۵/ شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ/

مطابق ۱۱/ اپریل ۲۰۱۹ء **ختم شد**

مطالعہ سے کیا ملتا ہے؟

مطالعہ انسان کے لئے اخلاق کا معیار ہے۔
(ڈاکٹر اقبال)

بری صحبت سے تنہائی اچھی ہے،لیکن تنہائی سے پریشان ہوجانے کا اندیشہ ہے،اس لئے اچھی کتابوں کے مطالعے کی ضرورت ہے۔ (امام غزالی)

تیل کے لئے پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے میں رات کو چوکیداروں کی قندیلوں کے پاس کھڑے ہوکر کتاب کا مطالعہ کرتا تھا۔ (حکیم ابونصر فارابی)

ورزش سے جسم مضبوط ہوتا ہے اور مطالعے کی دماغ کے لئے وہی اہمیت ہے جو ورزش کی جسم کے لئے۔
(ایڈیسن)

مطالعہ سے انسان کی تکمیل ہوتی ہے۔(بیکن)

مطالعے کی عادت اختیار کر لینے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے گویا دنیاجہاں کے دکھوں سے بچنے کے لئے ایک محفوظ پناہ گاہ تیار کرلی ہے۔ (سمرسٹ ماہم)

تین دن بغیر مطالعہ گزار لینے کے بعد چوتھے روز گفتگو میں پھیکا پن آجاتا ہے۔ (چینی ضرب المثل)

دماغ کے لئے مطالعے کی وہی اہمیت ہے جو کنول کے لئے پانی کی۔ (تلسی داس)*

دعائے مغفرت اور ایصال ثواب

دارالعلوم رحیمیہ پھلت کے استاد مولانا محمد عمران ندوی کے والد محمد اشرف انصاری ۱۵/ جون کو ایک حادثہ میں انتقال فرما گئے۔
قارئین سے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی درخواست ہے

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

خبروں کی دنیا

News World

محمد ادریس ولی اللہی

پھلت میں سیرت کمیٹی کا سالانہ اجلاس

قرآن پاک قوموں اور ملتوں کے عروج وزوال کا سبب بنتا ہے جوقوم اس کا احترام کرتی ہے اس کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے اس کو ضابطہ حیات جان کر چلتی ہے اللہ اس کو عزت وسربلندی عطا فرماتے ہیں، ان خیالات کا اظہار اپنے صدارتی خطاب میں داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی نے کیا، جوسیرت کمیٹی پھلت کی جانب سے ۳۱ر شوال کی شام کو پھلت کے بازار میں منعقد کیا گیا تھا، انہوں نے مزید فرمایا میرا تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ جولوگ قرآن کا احترام کرتے ہیں اس کو عظمت کی نگاہ دیکھتے ہیں، اللہ تعالی انہیں خوب نوازتا ہے، ان کی نسلوں میں اسلام کے داعی و شیدائی پیدا فرماتا ہے، خطّہ ولی کے افراد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ لوگ ان بزرگوں کی نسل سے ہیں جنھوں نے خدمت قرآن کے سلسلہ میں نمایاں کارنامے انجام دیئے ہیں اور پوری انسانیت کوقرآن سے جوڑنے کی فکریں کی ہیں اس لئے اس خطہ کے افراد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی تاریخ کو دوہرائیں انھوں نے خطاب کے اخیر میں سامعین سے یہ عہد بھی لیا کہ ہر گھر میں کم ازکم ایک حافظ قرآن ضرور بنانا ہے اگرکسی گھر میں بچے نہیں ہیں تووہ کسی ایک بچے کی ذمہ داری لے کر اس کو حافظ قرآن بنانے کی کوشش کرے گا، کنوینر سیرت کمیٹی مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی نے پھلت کی تاریخ اور علماء پھلت کے کارناموں پر مختصر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اس خطہ کے علماء کا امتیاز یہ ہے کہ دین کے ہر شعبہ میں انہوں نے کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں اور ہمیشہ اس بات کو مدنظر رکھا ہے کہ دین کا کام کرنے والوں کا رفیق بنا جائے فریق نہیں، موجودہ دور کے علماء پھلت اور یہاں کے فارغین دنیا کے جس میں میدان میں بھی سرگرم عمل ہیں وہ اس نکتہ کو حرز جان بنائے ہوئے ہیں جس کی بنا پر اپنی شناخت اور پہچان رکھتے ہیں، مولانا کاشف القاسمی کی تلاوت اور عبدالرب حماد ندوی کی نعت سے جلسہ کا آغاز ہوا۔صدر محترم کی دعاء پر پروگرام اختتام کو پہنچا۔

کھتولی میں بچیوں کے مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ کا قیام

کھتولی کے محلّہ صرافان میں مسلمان بچیوں کی تعلیم وتربیت کے لئے مدرسہ خدیجۃ الکبری کے نام سے ایک مدرسہ کا آغاز کیا گیا ،اس کے افتتاحی اجلاس کوخطاب کرتے ہوئے داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی نے فرمایا کہ اس مدرسہ کے نام کوعلم سے خاص نسبت ہے، اللہ کے نبی ﷺ پر جب پہلی وحی اقرأ کا نزول ہوا تو آپ نے اس کے بارے میں سب سے پہلے اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کو باخبر کیا تھا، اس لحاظ سے اس مدرسہ کا نام بڑا مبارک ہے انھوں نے اس ادارہ کے بانی خواجہ سید محمود الحسن کو اور ان کے دیگر ساتھیوں اور ذمہ داروں کو اس کار خیر کے لئے مبارک باد پیش کی، انہوں نے مزید فرمایا کہ اللہ کے نبی ﷺ کے اس عمل سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام میں خواتین کا کیا مقام ومرتبہ ہے اور ان کی تعلیم وتربیت کی کیا اہمیت ہے، ماں کی گود کو پہلی تربیت گاہ کہا جاتا ہے اور ماں کی گود تربیت گاہ اسی وقت بن سکتی ہے جبکہ وہ خود تعلیم یافتہ ہو، اس سے قبل خطاب کرتے ہوئے ماہنامہ ارمغان کے مدیر مولانا وصی سلیمان ندوی نے فرمایا کہ ایک خاتون کو مہذب اور تعلیم یافتہ بنانا پورے سماج اور معاشرہ کی اصلاح کا ضامن ہے، اس لئے کہ ایک خاتون صرف ایک گھر نہیں بلکہ دو خاندانوں پر اثر انداز ہوتی ہے، پروگرام کو قاضی شریعت مفتی محمد عاشق صدیقی اور مولانا محمد علی جوہر نے بھی خطاب کیا، مولانا کاشف القاسمی کی تلاوت اور عبدالرب حماد ندوی کی نعت سے جلسہ کا آغاز ہوا۔ نظامت کے فرائض مفتی مجیب الرحمٰن ندوی نے انجام دئے۔

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

فقہی مسائل

مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی

س: کیا عورت کے لئے پاؤں کی اُنگلیوں میں چاندی کے چھلے پہننے کی اِجازت ہے؟ گلے اور کان ناک میں سونے کا زیور اور پاؤں میں چاندی کی پازیب اور ہاتھوں میں سونے کے کنگن یا چاندی اور سونے کی چوڑیاں پہننے کا کیا حکم ہے؟

ج: عورت کے لئے فی نفسہٖ ہر طرح کے زیورات اَعضاء زینت میں پہننا جائز ہے، خیال رہے کہ زیور گھنگرو والا نہ ہو، اور کسی غیر قوم کا شعار نہ ہو، بعض علاقوں میں پاؤں کی انگلیوں میں چھلے اور چھپیا پہننا غیر مسلم عورتوں کی خاص علامت سمجھا جاتا ہے، ایسے علاقوں کی مسلمان عورتوں کو اُن کی مشابہت سے بچنا چاہئے

یجوز للنساء لبس أنواع الحلی کلها. (إعلاء السنن ۱۷/۳۹۲) عن علی بن سهل بن الزبیر أخبره أن مولاة لهم ذهبت بابنة الزبیر إلی عمر بن الخطاب رضی الله عنه، وفی رجلها أجراس، فقطعها عمر، ثم قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: مع کل جرس شیطانا. (سنن أبی داؤد / باب ما جاء فی الجلاجل ۲/۱۸۵)

عن ابن عمر رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبی داؤد، کتاب اللباس / باب فی لبس الشهرة ۲/۵۵۹ رقم: ۴۰۳۱ دار الفکر بیروت، مشکاة المصابیح، کتاب اللباس / الفصل الثانی ۲/۳۷۵)

قال القاری: أی من شبّه نفسه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الابرار "فهو منهم": أی فی الإثم أو الخیر عند الله تعالیٰ ... الخ. (بذل المجهود، کتاب اللباس / باب فی لبس الشهرة ۱۲/۹۵ دار البشائر الإسلامیة بیروت،(وکذا فی مرقاة المفاتیح، کتاب اللباس / الفصل الثانی ۸/۲۵۵)

س: نکاح کا رشتہ کرانے پر کمیشن لینا کیسا ہے؟

ج: نکاح کا رشتہ کرانے پر کمیشن یا دلالی لینا درست ہے، کیوں کہ یہ اس کی محنت اور کوشش کا عوض ہے۔

الدلالة فی النکاح لا تستوجب الأجر، وبه یفتی الفضلی فی فتاواه، وغیره من مشایخ زماننا کانوا یفتون بوجوب أجر المثل، وبه یفتی. (هندیة، الإجارة، الباب السادس عشر فی مسائل الشیوع فی الإجارة. زکریا دیوبند ۴/۱۵۴، جدید زکریا ۴/۴۸۷)

س: کیا ماں پر اپنے بچے کو دودھ پلانا واجب ہے؟ یا ماں دودھ پلانے سے انکار کرسکتی ہے؟ رہنمائی فرمائیں۔

ج: ماں پر بچہ کو دودھ پلانا واجب وضروری ہے یہ بچہ کا حق بھی ہے۔ البتہ اگر باپ مالدار ہو اور کوئی دودھ پلانے والی عورت رکھ سکتا ہے اور بچہ اس کا دودھ لے بھی رہا ہے، تو ماں کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا اور اگر باپ غریب ہے یا بچہ کسی دوسری عورت کا دودھ نہیں لیتا تو ماں کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا۔ ولیس علی أمه إرضاعه قضاءً بل دیانة إلا إذا تعینت فتجبر کما مر فی الحضانة

(درمختار مع الشامی: ۵:۴۳۷ مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند)

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

آخری صفحہ

داعی بن کر نہ جاؤ، بھکاری بن کر جاؤ

محلّہ کے مسجد کی تعمیر ومرمت کا کام شروع ہوا تو مطلوبہ رقم اکٹھے ہونے میں دیر ہوگئی، کمیٹی انتظامیہ نے امام صاحب سے کہا کہ محلہ کی اُس نکڑ والا بندہ ہے تو بڑا تاجر، مگر اپنے فسق وفجور میں انتہا کو پہنچا ہوا ہے، اگر آپ میں ہمت ہے تو اس سے بات کرلیں امام صاحب نے حامی بھرلی اور ایک دن شام کو جا کر اس کا دروازہ کھٹکھٹایا، چند لمحے بعد تاجر صاحب اندر سے نمودار ہوئے، امام صاحب نے اپنے آنے کی وجہ بتائی تو صاحب سٹپٹا گئے, اور بولے کہ ایک تو تمہارے اسپیکروں کے ہروقت چلنے سے سکون برباد ہے اوپر سے تم ادھر تک آپہنچے ہو۔ اور دوسرے محلے دار مرگئے ہیں جو مجھ سے چندہ لینے کی ضرورت آن پہنچی، امام صاحب نے کہا: صاحب اللہ کا دیا ہوا موقع ہے آپ کے لئے، آپ کے دستِ تعاون کی ضرورت ہے، میں خالی ہاتھ نہیں جانا چاہتا، اللہ آپ کے مال وجان میں برکت دے گا، تاجر نے امام صاحب سے کہا لاؤ اپنا ہاتھ میں تمہیں چندہ دوں؟

امام صاحب نے جیسے ہی ہاتھ بڑھایا، اس تاجر نے امام کے ہاتھ پر تھوک دیا، امام صاحب نے بسم اللہ پڑھ کر یہ تھوک والا ہاتھ اپنے سینے پر مل لیا اور دوسرا ہاتھ اس تاجر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا ”یہ امداد تو میرے لیے ہوگئی، اب اس ہاتھ پر اللہ کیلئے امداد رکھیئے۔“

اس تاجر کو یہ بات نہ جانے کہاں جا کر لگی کہ فوراً منہ سے استغفر اللہ استغفر اللہ کہنا شروع کردیا۔ کچھ لمحات کے بعد شرمندہ اور دھیمے سے لہجے میں بولا، کتنے پیسے درکار ہیں؟ امام صاحب نے کہا: آپ تین لاکھ روپے دیدیں۔ تاجر نے کہا: میں نے پوچھا ہے آپ کے پروجیکٹ کیلئے کتنے پیسے درکار ہیں؟ امام صاحب نے کہا: ہمیں مکمل طور پر مرمت کے لئے 8/لاکھ روپے درکار ہیں، تاجر صاحب اندر جا کر ایک چیک بنا کر لائے اور امام صاحب کو دیتے ہوئے کہا: آج سے اس مسجد کا جو بھی خرچہ ہو مجھ سے لیجئے گا۔

انسان کے دل میں اگر دوسرے خصوصاً اپنے مدعو کے لئے خیر خواہی ہمدردی اور اپنائیت کا جذبہ موجود ہو تو وہ ایک شفیق طبیب کی طرح اپنے مریض کے لئے فکر مندی شفقت ورحمت سے مریض کے مزاج اور اس کے حال کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے مدعو کے لئے حکمت وموعظت کا طریقہ اختیار کرتا ہے اور یہ درد مندی اور جذبہ خیر خواہی اسے ہمیشہ ہر طرح کے طنز وطعن بلکہ دارین کے کسی ادنی نقصان سے بچا کر اس کو ہر خیر سے مالا مال کرانے کیلئے بیتاب کرتی ہے، اس لئے بات کرنے والا اگر درد مند اور خیر خواہ ہو تو اللہ تعالی اسے بات کرنے کا انداز، سلیقہ اور تمیز عطا فرماتے اور اس کی بات میں مٹھاس عطا فرماتے ہیں، جس سے بڑے سے بڑا متکبر اور فاسق شخص بھی ہداہت پا سکتا ہے اور ہمارے کتنے ہی بے تکے اور طنزیہ جملوں سے لوگ نماز وقرآن اور دین سے دور بھاگتے ہیں۔

حضرت جی حضرت مولانا انعام الحسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بڑے حضرت جی مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے وقت میں جب ہم کو گشتوں میں بھیجا جاتا، تو اور نصیحتوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہا جاتا کہ دیکھو! تم مسلمانوں سے ملنے جارہے ہو! تو نیت کرلو کہ ہم مسلمان کے گھر نیکی اور خوبی حاصل کرنے جارہے ہیں! اس لئے کہ ہر مسلمان خوبیوں کی کان ہے! اب تم نے اس نیت سے اس کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا، تو دراصل تم فقیر وبھکاری ٹھہرے۔ اب اس نے کہا جاؤ مجھے کچھ نہیں سننا ہے! تو چونکہ تم خیر کی تلاش میں اس کے گھر بھکاری بن کر گئے ہو، تو گھر والے کو اختیار ہے کہ تمہیں کچھ خیرات دے، یا دھتکار دے! تمہاری اس نیت کی وجہ سے وہ عذابِ الٰہی سے محفوظ رہا! اگر خدانخواستہ اگر تم داعی بن کر جاتے، اور وہ شخص داعی کے ساتھ بدسلوکی کرتا، تو ہلاک ہوجاتا! اور اس کی ہلاکت کا سبب تم ہوئے! اس لئے کہ وہ غریب اپنے بال بچوں میں عافیت کے ساتھ بیٹھا تھا! تم داعیوں کی دعوت کے انکار کی وجہ سے وہ مفت میں مارا گیا!

اس لئے داعی بن کر نہ جاؤ! بھکاری بن کر جاؤ!

مولانا محمّد کلیم صدیقی

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman